نمرہ احمد

نمل

فارس غازی انٹیلی جنس کے اعلا عہدے پر فائز ہے۔ وہ اپنے سوتیلے بھائی وارث غازی اور اپنی بیوی کے قتل کے الزام میں چار سال سے جیل میں قید ہے۔ سعدی یوسف اس کا بھانجا ہے، جو اس سے جیل میں ہر ہفتے ملنے آتا ہے۔

سعدی یوسف تین بہن بھائی ہیں، ان کے والد کا انتقال ہو چکا ہے۔ حنین اور اسامہ، سعدی سے چھوٹے ہیں۔ ان کی والدہ ایک چھوٹا سا ریسٹورنٹ چلاتی ہیں۔ زمر، سعدی کی پھپھو ہے۔ وہ چار سال قبل فائرنگ کے ایک واقعہ میں زخمی ہو جاتی ہے۔ فائرنگ کا الزام فارس غازی پر ہے۔ فارس غازی کو شک تھا کہ اس کی بیوی اس کے بھائی کے ساتھ انوالو ہے۔ اس نے جب فائرنگ کی تو زمر اس کی بیوی کے ساتھ تھی۔ فائرنگ کے نتیجہ میں بیوی مر جاتی ہے اور زمر شدید زخمی ہو جاتی ہے۔ ایک انگریز عورت اپنا گردہ دے کر اس کی جان بچاتی ہے۔ سعدی کو یقین ہے کہ اس کا ماموں بے گناہ ہے۔ اسے پھنسایا گیا ہے۔ اس لیے وہ اسے بچانے کی کوشش کرتا ہے، جس کی بنا پر زمر اپنے بھتیجے سعدی یوسف سے بدظن ہو جاتی ہے۔ بدظن ہونے کی ایک اور بڑی وجہ یہ ہے کہ زمر جب موت و زندگی کی کشمکش میں ہوتی ہے تو سعدی اس کے پاس نہیں ہوتا۔ وہ اپنی پڑھائی اور امتحان میں مصروف ہوتا ہے۔

جواہرات کے دو بیٹے ہیں۔ ہاشم کاردار اور نوشیرواں۔

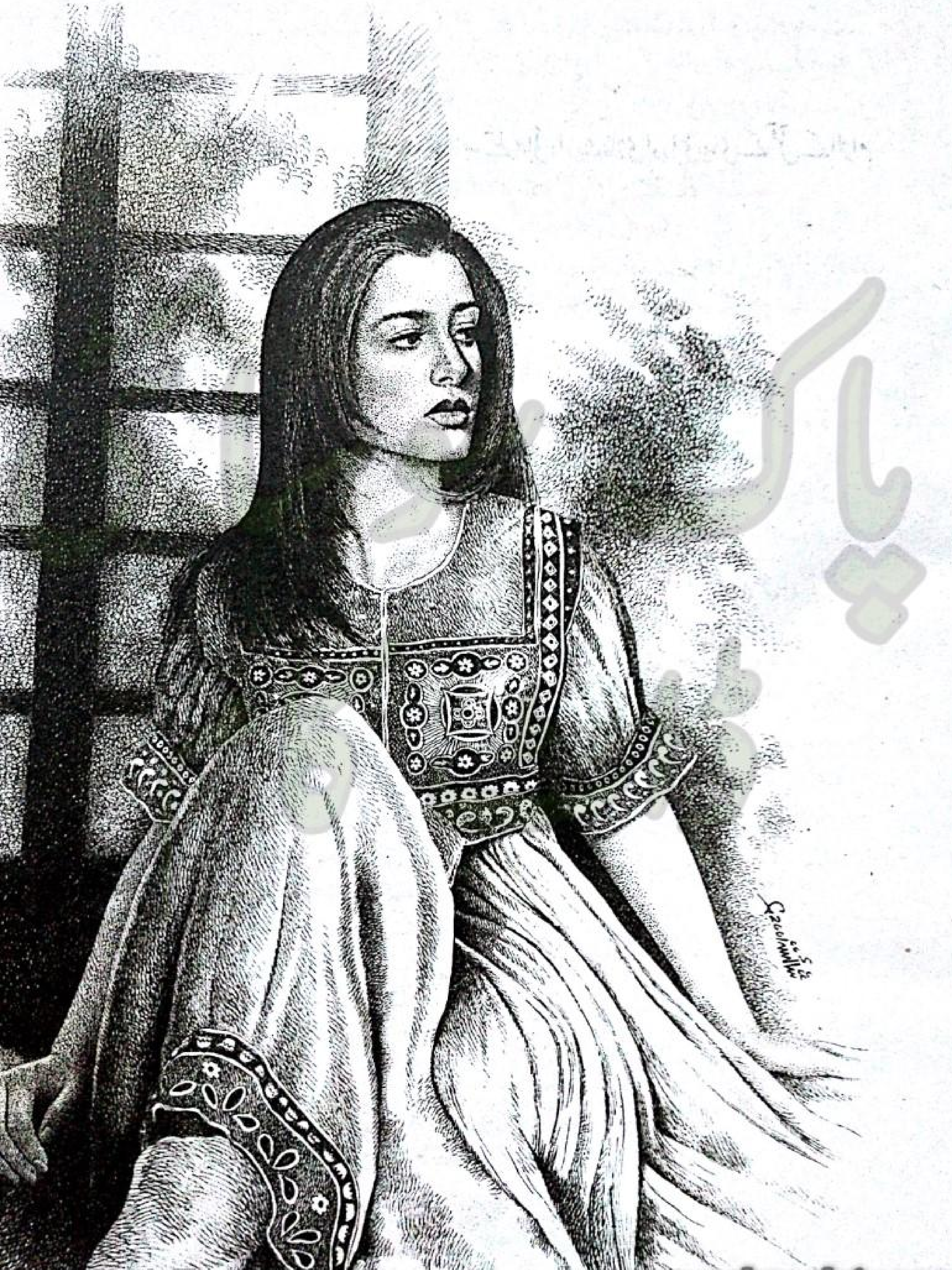
ہاشم کاردار بہت بڑا وکیل ہے۔ ہاشم اور اس کی بیوی شہرین کے درمیان علیحدگی ہو چکی ہے۔ ہاشم کی ایک بیٹی سونیا ہے۔ جس سے وہ بہت محبت کرتا ہے۔

فارس غازی، ہاشم کی پھپھو کا بیٹا ہے۔ جیل جانے سے پہلے وہ ہاشم کے گھر میں، جس میں اس کا بھی حصہ ہے، رہائش پذیر تھا۔ سعدی کی کوششوں سے فارس رہا ہو جاتا ہے۔

والد کے کہنے پر زمر سعدی کی سالگرہ پر اس کے لیے پھول اور ہاشم کی بیٹی سونیا کی سالگرہ کارڈ لے کر جاتی ہے۔ سعدی، ہاشم کی بیوی سے ہاشم کے لیپ ٹاپ کا پاس ورڈ مانگتا ہے۔ شہرین اپنے دیور نوشیراں سے، جو اپنی بھابھی میں دلچسپی رکھتا



مکمل ناول



ہے' بہانے سے پاس ورڈ حاصل کر کے سعدی کو سونیا سالگرہ میں دے دیتی ہے۔
پاس ورڈ ملنے کے بعد سعدی ہاشم کے کمرے میں جا کر اس کے لیپ ٹاپ پہ فلیش ڈرائیو لگا کر ڈیٹا کاپی کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔
چیف سیکریٹری آفیسر خاور' ہاشم کو اس کے کمرے کی فوٹیج دکھاتا ہے' جس میں سعدی کمرے میں جاتے ہوئے نظر آتا ہے' ہاشم' خاور کے ساتھ بھاگتا ہوا کمرے میں پہنچتا ہے' لیکن سعدی اس سے پہلے ہی وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔
ہاشم کو پتا چل جاتا ہے کہ سعدی اس کے کمرے میں لیپ ٹاپ سے ڈیٹا کاپی کرنے آیا تھا اور شہرین نے نوشیرواں کو استعمال کر کے پاس ورڈ سعدی کو دیا تھا۔ دوسری جانب بڑے ابا زمر کو یہ بتا دیتے ہیں کہ زمر کو کسی یورپین خاتون نے نہیں بلکہ سعدی نے گردہ دیا تھا۔ یہ سن کر زمر کو بے حد دکھ ہوتا ہے۔
نوشیرواں ایک بار پھر ڈرگز لینے لگتا ہے' اس بات پر جواہرات فکر مند ہے۔
بعد میں سعدی لیپ ٹاپ پہ فائلز کھولنے کی کوشش کرتا ہے' لیکن فائلز ڈیمج ہو جاتی ہیں۔
سعدی' حنین کو بتاتا ہے کہ وہ گیم کے ہائی اسکورز کی فہرست میں پہلے نمبر پر نہیں ہے' حنین حیران ہو کر اپنی گیم والی سائٹ کھول کر دیکھتی ہے تو پہلے نمبر پر "آئس اور آفٹر" لکھا ہوتا ہے۔ وہ علیشا ہے ورجینیا سے۔ حنین کی علیشا سے دوستی ہو جاتی ہے۔
اب کہانی ماضی میں آگے بڑھ رہی ہے۔ فارس' زمر سے لاء کی کچھ کلاسز لیتا ہے۔ ندرت اس سے شادی کا پوچھتی ہیں۔ وہ لاپروائی سے زمر کا نام لے لیتا ہے۔ ندرت خوش ہو کر ابا سے بات کرتی ہیں۔ ان کی ساس فارس کو اجڈ اور بدتمیز سمجھتی ہیں اور اس کے مقابلے میں فہد سے زمر کی بات طے کر دیتی ہیں۔ وارث غازی' ہاشم کے خلاف منی لانڈرنگ کیس پر کام کر رہا ہے۔ اس کے پاس مکمل ثبوت ہیں۔ اس کا باس فاطمی ہاشم کو خبردار کر دیتا ہے۔ ہاشم' خاور کی ڈیوٹی لگاتا ہے کہ وہ وارث کے پاس موجود تمام شواہد ضایع کرے۔ وارث کے ہاسٹل کے کمرے میں خاور اپنا کام کر رہا ہے۔ جب وارث ریڈ سگنلز ملنے پر اپنے کمرے میں جاتا ہے۔ پھر کوئی راستہ نہ ہونے کی صورت میں' بہت مجبور ہو کر ہاشم' خاور کو وارث کو مار دینے کی اجازت دے دیتا ہے۔ دوسری صورت میں وارث' فارس کو وہ سارے شواہد میل کر دیتا۔ وارث کے قتل کا الزام ہاشم' فارس پہ ڈلواتا ہے۔
زرتاشہ کو قتل اور زمر کو زخمی کرنا بھی فارس کو وارث کے قتل کے الزام میں پھنسانے کی ہاشم اور خاور کی منصوبہ بندی ہوتی ہے۔ وہ دونوں کامیاب ٹھہرتے ہیں۔' زرتاشہ مر جاتی ہے۔ زمر زخمی حالت میں فارس کے خلاف بیان دیتی ہے۔ فارس جیل چلا جاتا ہے۔ سعدی زمر کو سمجھاتا ہے کہ فارس ایسا نہیں کر سکتا۔ اسے غلط فہمی ہوئی ہے۔ زمر کہتی ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتی اور اپنے بیان پر قائم رہتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے ناراض ہو جاتے ہیں۔ زمر کی ناراضی کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ وارث کے قتل کے وقت بھی اس کی شادی لیٹ ہو جاتی ہے اور وہ اپنی شادی روک کر فارس کے لیے مقدمہ لڑتی ہے۔ اب وہی شخص اپنے اس قتل کو چھپانے کے لیے اسے مارنا چاہتا ہے۔ وہ بظاہر اتفاقاً "بچ جاتی ہے' مگر اس کے دونوں گردے ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور اس حادثے کی صورت اس کی شادی ٹوٹ جاتی ہے۔
حنین کی نیٹ فرینڈ علیشا دراصل اورنگ زیب کی بیٹی ہے جسے وہ اور ہاشم تسلیم نہیں کرتے۔ وہ باقاعدہ منصوبہ بندی کر کے حنین سے دوستی کرتی ہے اور پڑھائی کے لیے کاردار سے پیسے لینے کے لیے پاکستان آتی ہے۔ مگر ہاشم اس سے بہت برے طریقے سے پیش آتا ہے اور کوئی مدد نہیں کرتا۔ زرتاشہ اور زمر کے قتل کے وقت فارس اور حنین وارث کیس کی اپیل بائی کے سلسلے میں علیشا کے پاس ہی ہوتے ہیں مگر علیشا ہاشم کی وجہ سے کھل کر ان کی مدد کرنے سے قاصر ہے۔

آٹھویں قسط

میں غارت گر

تم ملو گے بہت سے زبردست لوگوں سے....
بہانگ 'ناقابل برداشت لوگ'
جو زور و شور سے تمہاری زندگی میں
اپنا حق جماتے ہوئے داخل ہو جاتے ہیں۔
یہ ہے نشانی ایک غارت گر کی....
غارت گر شکار کرتے ہیں نرمی، سکون، امن،
خوش خلقی، اور ہر اس مثبت چیز کا،
جو ان کو سونگھنے پہ کمزوری لگے۔
ہر خوش باش، پر سکون شے کو وہ
غلطی سے کمزور سمجھ لیتے ہیں۔
تمہارا کام ان کو بدلنا نہیں۔
تمہارا کام ان کو دکھانا ہے کہ
تمہاری نرمی اور امن پسندی کمزوری نہیں ہے۔
میں ہمیشہ نازک اور کمزور لگتا ہوں،
مگر بات یہ ہے کہ
میں نازک اور کمزور ہوں نہیں۔
میں نرم ہوں، مگر میں تمہیں دکھا سکتا ہوں کہ
نرمی میں بھی ایک زہر چھپا ہوتا ہے۔
میں ریشم کی مانند ہوں۔
لوگ ریشم کو کمزور سمجھتے ہیں،
مگر ایک ریشمی رومال بچا لیتا ہے انسان کو
بندوق کی گولی لگنے سے۔
بہت سے لوگ تمہیں کمزور سمجھ کر
تم سے دوستی کے خواہاں ہوں گے
غارت گروں کو درکار ہوتے ہیں ایسے دوست
جن پہ وہ حاوی ہو سکیں،
تاکہ ان کو اپنا آپ مضبوط اور اہم لگے۔
سچ تو یہ ہے کہ غارت گر میں نہ مضبوطی ہے نہ
ہمت۔
یہ تم ہو جو مضبوط ہو، اور ہمت والے ہو۔
میں نے بہت سے دوست کھوئے،
بوجہ اس کے کہ جب انہوں نے مجھے چیر پھاڑنا
چاہا۔
تو وہ ایسا نہیں کر سکے۔
اب وہ مجھے الزام دیتے ہیں دھوکا دہی کا۔
میں دھوکا نہیں دے رہا۔
میں تو بنا ہوں ریشم کا۔
وہی غلطی سے شرافت اور نرمی کو کمزوری گردان
لیتے ہیں۔
دنیا بھری پڑی ہے غارت گروں سے
سو میں چاہتا ہوں کہ تم بھی میری طرح
بن جاؤ ریشم!"

(جوائے بیل)

اور وہ سعدی، جو ڈیڑھ برس سے ریشم بن چکا تھا، اس نے اپنے اچھے وقتوں کے غارت گر دوست کے بڑھے ہاتھ پہ چبھتی ہوئی نظر ڈالی اور فیصلہ کر لیا کہ اسے فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

"اور میں نے آپ سے کیا چرایا ہے بھلا؟"

"وہی جو تمہارے خیال میں پہلے میں نے تم سے چُرایا تھا۔"

سعدی کا جبڑا بھینچ گیا، آنکھوں میں سختی در آئی۔

"آپ میرے خیالات کو نہیں جانتے۔ ہم اس بارے میں بعد میں بات کریں گے۔"

کہتے ہوئے وہ مڑنے لگا، پھر ٹھہر گیا۔ دور کار میں بیٹھا فارس اسی طرف دیکھ رہا تھا۔ سعدی نے واپس دیکھا۔ ہاشم نے مسکراتے ہوئے ہاتھ بدستور بڑھا رکھا تھا۔

"جلد ملتے ہیں۔ آپ کے آفس میں۔" اس نے ہاتھ ملا لیا اور فوراً سے واپس کھینچ کر پلٹ گیا۔ کار میں بیٹھتے ہی فارس نے سوال کیا۔

"کیا کہہ رہا تھا ہاشم؟"

اگنیشن میں چابی گھماتے ہوئے اس نے سر جھکائے ذرا سے شانے اچکائے۔

"کچھ خاص نہیں۔ آفس کا ایک کام تھا۔ وہی پوچھ رہے تھے۔" کار اسٹارٹ کر کے سر سیدھا کیا۔ فارس تو "ہوں" کہہ کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا مگر سائیڈ مرر

میں ہاشم دور مسکراتے ہوئے جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا نظر آرہا تھا۔ اس نے کار کی رفتار تیز کی تو ہاشم پیچھے رہ گیا۔

(وہی جو تمہارے خیال میں 'میں نے تم سے چرایا تھا۔ اف! اور یہ بات اسے کس نے بتائی ہو گی؟)

ڈرائیو کرتے ہوئے اس نے اسٹیرنگ پہ موبائل رکھا اور شہرین کا نمبر نکالا۔ کچھ غصے بھرا ٹائپ کرنے لگا' پھر ارادہ ترک کر دیا۔ یہ ٹیکسٹ پہ کرنے والی بات نہیں تھی۔

برے موڈ کے ساتھ اس نے رفتار تیز کر دی۔

کار اب دور جا چکی تھی۔ ہاشم آہستہ سے پلٹ آیا۔

لاؤنج میں مرکزی صوفے پہ جواہرات ٹانگ پہ ٹانگ جمائے بیٹھی' موبائل پہ کچھ دیکھ رہی تھی۔ اتوار کے باعث اسے آفس نہیں جانا تھا' مگر وہ پھر بھی ہمیشہ کی طرح تر و تازہ اور تیار تھی۔ وہ قریب صوفے پہ ڈھیر ہو گیا۔ پیر لمبے کر کے میز پہ رکھ لیے اور انگلی سے ٹھوڑی مسلتا' پرسوچ نظروں سے سامنے دیکھنے لگا۔

جواہرات نے موبائل سے نگاہ اٹھائی۔

"پریشان لگ رہے ہو۔"

"نہیں تو۔" وہ چونکا۔

"کچھ تو ہوا ہے۔" وہ پھر سے موبائل پہ انگلی سے صفحہ اوپر کرنے لگی۔

"نہیں بس.... ابھی سعدی سے ملاقات ہوئی۔ وہ فارس سے ملنے آیا تھا۔"

"اور تمہیں یہ بات ڈسٹرب کر رہی ہے کہ سعدی سب جانتا ہے؟"

"کیا نہیں کرنی چاہیے؟" اس کا موڈ بگڑا۔

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ سب ہمارا وہم ہو۔ فارس کے لیے کوشش کرنے کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ وہ سب جانتا ہو۔"

مگر ہاشم نے سوچتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"اونہوں۔ وہ جانتا ہے کہ یہ میں نے کیا ہے' مگر چونکہ اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے' اس لیے وہ برملا اظہار نہیں کر پا رہا۔ وہ فارس تک کو کچھ نہیں بتا رہا' اس کو دکھانے کے لیے اس نے مجھ سے ہاتھ بھی ملا لیا۔"

جواہرات نے موبائل پرے ڈال دیا اور چہرہ اٹھا کر بے چینی سے ہاشم کو دیکھا۔

"تو اب کیا ہو گا؟"

"سعدی کو میں سنبھال لوں گا' وہ ابھی بھی وہی معصوم بچہ ہے' مگر سوال یہ ہے کہ جب اس کے ہاتھ ثبوت نہیں لگا تو اسے کیسے علم ہوا؟" الجھ کر کہتے ہوئے اس نے ماں کو دیکھا۔ "میں پچھلے ایک ہفتے سے' جب سے وہ میری پارٹی پہ میرے کمپیوٹر سے ڈیٹا چرا کر گیا ہے' یہی سوچ رہا ہوں۔ میں نے بنا جھول کے پلان کیا تھا سب' ہر شے ٹھیک تھی' چار سال پہلے تک اسے نہیں پتا تھا کچھ۔ پھر دو سال وہ انگلینڈ میں رہا' واپس آیا تب بھی اسے کچھ نہیں پتا تھا۔ کتنا عرصہ ہو گیا ڈیڈ کی ڈیتھ کو؟"

"ایک سال پانچ ماہ۔" جواہرات بے اختیار بولی' کرب سا ہر جگہ پھیل گیا۔

"ہوں۔ کل رات جب میں سعدی کی بہن سے بات کر رہا تھا فنکشن پہ' تو مجھے احساس ہوا کہ ڈیڈ کی ڈیتھ کے بعد سے وہ لوگ ہمارے گھر نہیں آئے۔ سونیا کی پچھلی برتھ ڈے پہ بھی نہیں آئے تھے۔ اگر میں اس دفعہ زمر سے نہ کہتا تو وہ اب بھی نہ آتے۔" جواہرات نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"تمہارے باپ کی ڈیتھ سے چند دن پہلے سعدی نے فارس کا وکیل بدل دیا تھا اور اس نے تمہارے باز پرس کرنے پہ تم سے کافی بدتمیزی بھی کی تھی' یاد ہے؟ ہو سکتا ہے وہ اس رویے پہ شرمندگی کی وجہ سے نہ آیا ہو۔"

"یا پھر..." ہاشم ایک دم سیدھا ہوا' وہ بری طرح چونکا تھا۔ "یا پھر اس نے وکیل تب بدلا' جب اسے ساری حقیقت کا علم ہو گیا تھا۔ کیا وہ... وہ ڈیڑھ سال سے جانتا ہے یہ سب؟" اسے بے یقینی سی محسوس ہوئی۔

"اگر وہ اتنے عرصے سے جانتا ہے تو اب تک چپ

کیوں تھا؟"

"وہ چاہتا تھا پہلے فارس باہر آجائے اور پھر وہ میرے پیچھے آئے۔ مگر... اسے کیسے پتا چلا ممی؟" یہاں آکر ہاشم کا سارا دماغ الجھ جاتا۔ وہ چاہ کر بھی اس سوال کا جواب نہیں ڈھونڈ پا رہا تھا۔ کب غلطی ہوئی؟ کدھر غلطی ہوئی اور وہ ریشم بن گیا؟

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" اس نے گہری سانس لے کر شانے اچکائے اور پھر سے موبائل اٹھالیا۔ "کیا میں نے تمہیں نئی خبر دی کہ زمر فارس کے خلاف کچھ کرنے جارہی ہے۔"

سوچ میں الجھا ہاشم چونکا۔ "نئی پٹیشن (مقدمے کی درخواست)؟"

"اونہوں۔ وہ اس سے شادی کرنا چاہتی ہے۔"

وہ ایک دم سیدھا ہو کر بیٹھا۔ "اس کا دماغ درست ہے؟"

"وہ اس سے انتقام کے لیے شادی کرنا چاہتی ہے۔"

"اور یہ سب اس نے آپ کو کیوں بتایا؟"

"کیونکہ میں ہی اس کی مدد کر سکتی ہوں۔" جواہرات نے محظوظ انداز میں شانے اچکائے۔ ہاشم کے تاثرات بگڑے۔

"انتقام کے بہت سے طریقے ہوتے ہیں' اسے شادی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"شاید اس کے منصوبے کے مطابق ان کے درمیان میرج کانٹریکٹ ہونا ضروری ہو۔ خیر میرے لیے یہ بات تشفی کا باعث ہے۔ اب ہمیں فارس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں' اس کے لیے زمر کافی ہے۔"

مگر ہاشم بے چینی سے آگے کو ہوا۔

"اول تو فارس اس سے شادی نہیں کرے گا اور اگر کرلی تو بھی کیا گارنٹی ہے کہ وہ اس سے انتقام لے گی؟ اگر اسے سب حقیقت معلوم ہو گئی' اور وہ جان گئی کہ فارس بے گناہ ہے تو؟"

"وہ کبھی نہیں جان پائے گی۔ وہ اس سے نفرت کرتی ہے۔"

"اور اگر نفرت مر گئی تو؟... اگر انہیں ایک دوسرے سے محبت ہو گئی' اور وہ مل کر ہمارے خلاف کھڑے ہو گئے تو؟"

جواہرات نے سرد سانس خارج کر کے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"تم بھی جانتے ہو اور میں بھی جانتی ہوں کہ شادیاں محبت سے خالی ہوا کرتی ہیں۔"

ہاشم کی آنکھوں میں چھائی بے چینی' کرب میں بدل گئی۔ تنے اعصاب ڈھیلے پڑے۔ اس نے آہستہ سے سرہلایا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ جواہرات نے اسی جبری مسکراہٹ کے ساتھ اسے سیڑھیوں کی طرف جاتے دیکھا اور پھر ہلکا سا سر جھٹکا۔ آنکھ کا کونا' انگلی کی نوک سے پونچھا۔ موبائل پرے ڈال دیا اور گردن موڑ کر کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔

وہاں اتوار کی صبح اب باسی ہو کر دوپہر میں بدل رہی تھی۔ سبزہ اور ملازموں کی چہل پہل' سب یہاں سے دکھائی دیتا تھا' مگر وہ یہ سب نہیں دیکھ رہی تھی۔ اسے کچھ اور یاد آرہا تھا۔

ہاشم نے کہا' سعدی ڈیڑھ سال قبل' سونیا کی سالگرہ سے پہلے' صرف آخری دفعہ ان کے گھر آیا تھا۔ ہاشم نہیں جانتا تھا کہ سعدی نے وہاں آنا کیوں چھوڑا تھا۔ مگر وہ جانتی تھی اور یہ بھی کہ وہ ہاشم کو کبھی نہیں بتائے گی۔

جواہرات نے سر جھٹکا۔

☼ ☼ ☼

وقت کے کتنے دھاروں سے گزرنا ہے ابھی
زندگی ہے تو کئی رنگ سے مرنا ہے ابھی

سعدی کے جانے کے بعد سے اتوار کے ناشتے کے برتن یونہی میز پہ رکھے تھے۔ صداقت نجانے کن کاموں میں مصروف تھا۔ زمر نے ٹی وی دیکھتے ہوئے اسے آواز دی اور پھر چائے کا کپ اٹھالیا۔ دفعتاً محسوس ہوا' بڑے ابا مسلسل اسے دیکھ رہے ہیں مگر وہ ٹی وی کی طرف دیکھتی رہی۔

"کیسی رہی شادی؟"
نگاہیں اسکرین پہ جمائے، زمر نے ہلکے سے شانے اچکائے۔
"یہ تو چند برس بعد پتا چلے گا کہ کیسی رہی شادی!"
"تم ٹھیک ہو؟" وہ اس کی خوابیدہ آنکھوں کو تفکر سے دیکھ رہے تھے۔
"ہمیشہ سے بہتر۔" آخری گھونٹ کپ اونچا کر کے اندر انڈیلا اور پھر کپ ان کو دکھا کر ہلکا سا مسکرائی۔
"ایک بات پوچھوں ابا؟"
"تم کب سے تمہید باندھنے لگیں؟"
"جب سے یہ معلوم ہوا کہ مجھے بہت کچھ معلوم نہیں تھا۔" مسکراتی آنکھوں میں کرچیاں سی چبھیں مگر وہ ضبط کر کے ان کی طرف پوری گھوم گئی۔
"ابا! کبھی فارس نے میرا رشتہ مانگا تھا؟"
بڑے ابا کے لیے سوال غیر متوقع تھا۔ وہ چونک گئے، کچھ کہنے کی کوشش کی مگر زبان نے ساتھ نہیں دیا۔ پراسیکیوٹر بھوری آنکھیں سکیڑ کر غور سے ان کے تاثرات دیکھ رہی تھی۔
"آپ نے انکار کیوں کیا؟"
"بس یہی لگا کہ تمہارا اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔"
"کس کو لگا؟ آپ کو یا امی کو؟"
"ہم دونوں کو۔" احتیاط سے الفاظ کا چناؤ کیا۔
"مجھے کیوں نہیں بتایا؟" وہ ان کی آنکھوں میں دیکھتی سوال پہ سوال کر رہی تھی۔
"جب رشتہ نہیں کرنا تھا تو بتانے کا فائدہ؟"
"کیا یہ سچ ہے کہ آپ نے فارس کو گھر بلا کر انکار کیا تھا اور بے عزتی بھی کی تھی؟"
"ہرگز نہیں فرحانہ نے ندرت کو فون پہ انکار کیا تھا' گھر بلانے والی بات کس نے کہی؟" ان کو شدید حیرت اور صدمے کا جھٹکا لگا۔ زمر کے لبوں پہ زخمی مسکراہٹ آئی۔
"ابھی تو آپ کہہ رہے تھے کہ آپ دونوں نے انکار کیا تھا؟"
بڑے ابا لمحے بھر کو چپ رہ گئے۔ وہ اب ٹھوڑی ہتھیلی پہ رکھے، دلچسپی سے ان کو دیکھ رہی تھی۔ کتنی دفعہ کی کی گئی خواہش انہوں نے دل میں دہرائی۔ کاش اس لڑکی کو وکیل نہ بنایا ہوتا۔
"اب دیر ہو گئی ہے، انکار مت کیجئے گا۔ آپ کی مرضی کے برخلاف انکار کیا امی نے، آپ صرف ان کے لیے میرے دل میں کوئی برا خیال نہ لانے کو کہہ رہے تھے۔ کیوں کہ آپ مجھ سے ڈسکس کیے بنا کبھی انکار نہ کرتے۔"
"تمہاری امی نے..."
"اچھا فیصلہ کیا میرے لیے، مجھے پتا ہے۔ مجھے کوئی شکایت نہیں۔ میں تو بس یہ جاننا چاہ رہی تھی کہ کیا انہوں نے میرا نام لے کر انکار کیا؟" وہ ریموٹ اٹھا کر اب ٹی وی کی طرف رخ کر کے بیٹھ گئی۔ بڑے ابا ہنوز تفکر سے اسے دیکھ رہے تھے۔
"تمہیں کس نے بتایا؟"
"حنین نے۔ اس کے خیال میں انکار میں نے کیا تھا۔"
"تم نے تصحیح نہیں کی؟"
"جب خیالات ذہن میں اتنے راسخ ہو چکے ہیں تو محض الفاظ سے ان کی نفی کر دینے کا کیا فائدہ؟" وہ چینل بدلتے ہوئے گھنگھریالی لٹ انگلی پہ لپیٹ رہی تھی۔ "میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ فارس شاید اتنا بھی برا نہیں جتنا میں سمجھتی تھی۔"
بڑے ابا نے چونک کر اسے دیکھا۔ "کیا کوئی بات ہوئی ہے؟"
"کوئی خاص نہیں۔ میں فارس کی کیس فائلز پڑھ رہی تھی' یہ دیکھنے کے لیے کہ جج نے کیوں اس کو بری کیا؟ مگر جج حق بجانب تھا' کوئی بھی چیز اس کو مجرم ثابت نہیں کرتی۔" سرسری سے انداز میں کہتی وہ رک کر کوئی ہیڈ لائن پڑھنے لگی۔
"اور تم پھر بھی اس کو مجرم گردانتی ہو؟"
"ہو سکتا ہے میں غلط ہوں۔ یہ سب ایک سیٹ اپ ہو۔ شاید۔" اس نے ہلکے سے شانے اچکائے۔
بڑے ابا حیرت سے اسے دیکھتے رہ گئے۔

"تمہارے خیالات اتنی جلدی نہیں بدل سکتے۔ کوئی اور بات ہے' ہے نا؟"

"میں نے آگے بڑھنے کا فیصلہ کرلیا ہے ابا۔ وہ مجرم ہے یا نہیں' مجھے فرق نہیں پڑتا اب۔ میں مزید اپنے دکھوں اور محرومیوں کا قصور وار اسے نہیں ٹھہراؤں گی۔ میں سعدی سے دوبارہ ملنے لگی ہوں' خاندان کی تقریبات میں جانے لگی ہوں' آپ یہی چاہتے تھے اور اگلا قدم..." اس نے گردن پھیر کر ان کو سنجیدگی سے دیکھا۔ "آپ کہیں گے کہ میں شادی کرلوں۔"

"میں چار سال سے یہ کہہ رہا ہوں۔"

وہ چند لمحے ان کو تکتی رہی' پھر سر اثبات میں ہلا دیا۔ نرمی سے' امن سے۔

"اوکے۔ میں کرلوں گی۔ جب آپ کہیں' جس سے آپ کہیں' لیکن اس دفعہ مجھ سے پوچھے بغیر آپ کسی کو انکار یا اقرار نہیں کریں گے۔" اور یہ کہہ کر وہ پرسکون سی اٹھ آئی۔ بڑے ابا شل سے بیٹھے رہ گئے۔ کتنی دیر تو ان کا ضعیف دماغ الجھتا رہا' پھر حیرت کی دھند چھٹی۔ امید کی کرن چھلکی۔

زمر نے بہت لمبے عرصے بعد سہی' ان کی بات مان لی تھی۔ سعدی لوگوں سے "صلح" اس کے لیے خوش آئند ثابت ہوئی تھی۔

وہ خوش گوار سی حیرت میں گھرے ہوئے تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا اپنی خوشی کس سے شیئر کریں۔ پھر جلدی سے فون اٹھایا۔ انہیں ندرت کو بتانا تھا۔

لفظوں کو اس نے جھوٹ سکھایا کچھ اس طرح
ساری علامتوں سے معنی بھی لے گیا

اتوار کی دوپہر قطرہ قطرہ پگھل رہی تھی۔ سنہری دھوپ نے ندرت کے ریسٹورنٹ کے شیشے کی دیواروں کو چمکا رکھا تھا۔ ندرت کچن میں' آستین چڑھائے' مصروف سی کھڑی' لڑکوں کو ہدایات دے رہی تھیں۔ ساتھ ہی چولہوں پہ پکتے پکوانوں کو دیکھ لیتیں۔ ان کاموں کے دوران انہوں نے دو فون اٹینڈ کیے تھے۔ ایک سعدی کا کہ وہ فارس کے ساتھ گھر پہنچ چکا ہے' جس پہ ندرت نے کھانا بھجوا دیا' خود وہ کسٹمرز کی وجہ سے جانے سے قاصر تھیں۔ اور دوسرا بڑے ابا کا۔ وہی پرانی بات۔ زمر کی شادی۔ البتہ اب کے ایک شے کا اضافہ ہوا تھا۔ زمر مان گئی تھی اور اب وہ چاہتے تھے کہ ندرت اس سلسلے میں ان کی مدد کریں۔ ندرت تب سے یہی سوچ رہی تھیں۔ رشتہ داروں میں کون سی جگہ بات چلائی جاسکتی ہے۔

تب ہی کاؤنٹر والا جنید اندر آیا۔

"آنٹی!" (وہ سب ندرت کو آنٹی کہتے تھے) "کوئی مسز کاردار آئی ہیں' آپ کا پوچھ رہی ہیں۔"

"مسز کاردار۔ اوہو۔" وہ جلدی جلدی ہاتھ دھو کر' کیپ اتارتیں' دوپٹا درست کرتیں باہر آئیں تو شیشے کی دیوار کے ساتھ ایک کرسی پہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے سیدھے بھورے بالوں والی جواہرات بیٹھی تھی۔ وہ تیزی سے اس طرف آئیں۔

"سوری' میں بس کچن میں لگی تھی' آپ کو انتظار کرنا پڑا۔" وہ اس سے مل کر خواہ مخواہ شرمندہ ہو رہی تھیں۔ جواہرات اسی تمکنت سے بیٹھی مسکراتی رہی۔ نیوی بلیو لمبی قمیص اور سفید پینٹ پہنے' وہ بغیر میک اپ کے بھی کافی ترو تازہ اور جوان لگتی تھی۔

"کیا آپ گھر گئی تھیں؟ مجھے بتایا ہوتا' میں ادھر ہی آجاتی۔" ندرت سامنے بیٹھتے ہوئے مزید فکر مند ہوئیں۔ مسز کاردار کی اب وہ کیا خاطر کریں' پہلی دفعہ جو آئی تھی۔

"مجھے کچھ بات کرنی تھی' اس کے لیے یہی جگہ درست تھی۔" کہہ کر وہ پہلے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگی۔ سعدی کی جاب' ریسٹورنٹ کا نفع نقصان' مالی مسائل تب ہی جنید جوسز لے آیا۔ جواہرات نے اسٹرالیوں سے چھو کر گھونٹ بھرا' پھر سیدھی ہو کر مسکراتے ہوئے ندرت کو دیکھا۔

"فارس ہم سب کی کوششوں سے باہر آچکا ہے' آپ یقیناً بہت خوش ہوں گی۔"

بات میں صداقت تھی یا نہیں' انداز ایسا تھا کہ ندرت نے احسان کے بوجھ تلے سر تسلیم خم کیا۔

"آپ کے ساتھ کا شکریہ!"

"اب آپ کو اسے نارمل زندگی کی طرف لانا ہوگا۔ دوبارہ شادی' نئی فیملی وغیرہ۔"

"ابھی تو..." ہچکچائیں۔ "ابھی دو ہفتے تو ہوئے ہیں اسے رہا ہوئے۔"

"ہاں مگر زر تاشہ کی ڈیتھ کو تو چار سال ہو چکے ہیں۔ فارس مضبوط اعصاب کا مالک ہے' اب تک اس صدمے سے نکل چکا ہوگا۔"

"یہ تو ہے۔"

"آپ کو شاید اب سعدی کی شادی کی فکر ہوگی' اوہ! اور ایسا کرتے ہوئے آپ اپنے بھائی کو بھول گئیں۔" مسکرا کر اسٹرا گلاس میں ہلاتے ہوئے وہ نرمی سے ٹوک گئی۔ تو ندرت کو ڈھیروں شرمندگی نے آن گھیرا۔

"نہیں نہیں' فارس کی شادی میرے ذہن میں تھی' میں بس چاہتی تھی کہ وہ ذرا سیٹل ہو جائے اور پھر... وہ مان بھی جائے۔"

"وہ تو مان جائے گا' کون اپنی زندگی کی نئی شروعات نہیں کرنا چاہتا؟ اوہ آئی سی۔ آپ کو یقیناً" خاندان والوں کی پریشانی ہوگی۔" سر اثبات میں ہلاتے اس نے ایک اور گھونٹ بھرا۔ ندرت کی آنکھیں اچنبھے سے سکڑیں۔

"خاندان والے...؟"

"وہ تو فارس کو قاتل سمجھتے ہیں نا۔ وائف کلر' چچ چچ مگر لوگوں کا کیا ہے' وہ تو زمر کی وجہ سے ایسا سمجھتے ہیں۔ زمر کی اہمیت ہے خاندان میں' اس نے کہا کہ ایسا ہے تو ایسا ہے۔ مگر آپ فکر نہ کریں' کسی زمر جیسی لڑکی سے ہی فارس کی شادی کروا دیں' سارا مسئلہ حل۔" نزاکت سے شانے اچکا کر وہ اسٹرا گلاس میں گول گول گھما رہی تھی۔ مسکرا لگی مسکراتی آنکھیں ندرت کے الجھے الجھے چہرے پہ جمی تھیں۔

"زمر جیسی لڑکی؟"

"سامنے کی بات ہے ندرت! لوگوں نے زمر کی بات' زمر کی کریڈیبلٹی کی وجہ سے مانی۔ آپ کوئی اتنی ہی آن بان اور حیثیت والی لڑکی ڈھونڈیں' لوگوں کو فارس کی بے گناہی کا یقین آ جائے گا۔ وہ کہیں گے کہ اگر فارس برا تھا تو یہ رشتہ اس کو کیوں ملتا؟ ایسا نہ کیا تو کل رات فنکشن کی طرح آپ کئی سال لوگوں کو صرف جواب ہی دیتی رہیں گی۔"

ندرت کے چہرے پہ اداسی بکھری۔ کل بھی کتنے لوگوں نے سوال کیا تھا۔ فارس کیا کبھی دوبارہ خاندان میں سر اٹھا کر جی سکے گا؟ ٹھوڑی جھکا کر وہ دل گرفتی سے بولیں۔

"پتا نہیں لوگوں کو کب یقین آئے گا کہ فارس بے گناہ تھا۔"

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں' اس کی شادی اور اس کی عزت' دونوں کا سوچیں۔" نرمی سے انگوٹھیوں والا ہاتھ ندرت کے سوکھے' کملائے ہوئے ہاتھ پہ رکھا۔ ندرت نے آنکھیں اٹھا کر تشکر سے اس کو دیکھا۔

"میں بالکل ایسا ہی کروں گی۔ موقع دیکھ کر فارس سے بات کرتی ہوں۔"

"اب آپ کو ہی کچھ کر کے اس کو خاندان والوں کی نظر میں دوبارہ سرخرو کرنا ہے' کیوں کہ اب زمر تو ایک ایک سے نہیں کہے گی نا کہ اس کو فارس کی بے گناہی کا یقین آ گیا ہے۔" سرسری سا کہتے ہوئے وہ موبائل نکال کر مسڈ کالز چیک کرنے لگی۔ ندرت نے بے حد چونک کر اسے دیکھا۔

"زمر نے... ایسا کب کہا؟"

"ایسا کیا مطلب؟" جواہرات نے الٹا حیرت سے ان کو دیکھا۔ "جج نے اس کو بری کر دیا' زمر قانون سے واقف ہے' وہ بھی کنوینس ہو گئی ہے کہ فارس بے گناہ ہے۔ میرے پوچھنے پہ اس نے خود اعتراف کیا تھا۔ اب فارس پہ شک کرنے کی وجہ کیا رہ جاتی ہے۔"

ندرت نے آدھی بات سمجھتے ہوئے باقی آدھی پہ الجھتے سر ہلا دیا۔ ان کا خیال تھا زمر ابھی تک اپنے بیان پہ قائم ہے مگر شاید وہ بدل رہی تھی۔ جواہرات نے کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھی اور مسکراتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

"ارے' آپ بیٹھیں نا' جنید اسنیکس لا ہی رہا

تھا۔" وہ جلدی سے مڑ کر جنید کو پکارنے لگیں، مگر جواہرات نے انہیں روک دیا۔

"میں ڈائٹ پہ ہوں اور ریسٹورنٹس کے کھانے میں ویسے بھی نہیں کھاتی۔ تکلف نہ کریں۔"

ندرت کا جوش ماند پڑ گیا۔ خاموشی سے سر ہلا دیا۔

"اس بات کو میرے اور آپ کے درمیان رہنا چاہیے۔ اگر فارس کو علم ہوا تو وہ میری ضد میں مانتے مانتے بھی انکار نہ کر دے۔"

"جی' بالکل!" ندرت سمجھ گئی تھیں اور اب وہ اسے کار تک چھوڑنے باہر جا رہی تھیں۔ ذہن میں بہت سے سوالیہ نشان ابھر ابھر کر آ رہے تھے۔

زمر جیسی لڑکی.... زمر جیسی لڑکی؟

☆ ☆ ☆

پتے کی بات بھی منہ سے نکل ہی جاتی ہے
کبھی کبھی کوئی جھوٹی خبر سناتے ہوئے

دوپہر اب سہ پہر میں بدل رہی تھی۔ چھوٹے باغیچے والے گھر میں کھانا سیر ہو کر کھا چکنے کے بعد غنودہ فضا چھائی تھی۔ حنین لاؤنج میں ڈائجسٹ لے کر صوفے پہ پیر اوپر کر کے بیٹھ گئی تھی اور سیم گول میز سے برتن اٹھاتے ہوئے خفگی سے کہہ رہا تھا۔

"کبھی کوئی کام بھی کر لیا کرو کتو۔" مگر وہاں سن کون رہا تھا؟ فارس ہاتھ دھو کر ادھر آیا تو حنہ ہنوز رسالہ پڑھنے میں مگن تھی۔

"دروازہ لاک کر لو' میں جا رہا ہوں۔ امی کو بتا دینا' پھر آؤں گا۔"

حنہ نے رسالہ رکھتے ہوئے اسے دیکھا۔ پورے آستین کی شرٹ اور جینز میں ملبوس فارس آنکھوں میں کافی اکتاہٹ لیے' بات کرنے کے ساتھ کال بھی ملا رہا تھا۔

"بھائی کہاں ہے ماموں؟"

"اپنے کمرے میں۔" وہ راہداری میں آگے بڑھتے ہوئے موبائل کان سے لگا رہا تھا جس وقت وہ باہر نکلا اور حنین دروازہ بند کرنے گئی فارس کے الفاظ سماعت سے ٹکرائے۔

"یار اسٹیفنی! کدھر ہو؟ اچھا سنو' ایک بندے کو چیک کر کے...." دروازہ بند ہوا تو آواز کا راستہ رک گیا۔ وہ لاک کر کے واپس آئی اور بھائی کے کمرے کے پاس رکی۔ ذرا ہچکچا کر بند دروازے کو دیکھا پھر دستک دی۔

وہ جو کمپیوٹر چیئر پہ بیٹھا موبائل پہ نمبر ملا رہا تھا' چونک کر سر اٹھایا اور پھر موبائل رکھتے ہوئے مسکرایا۔

"آؤ حنہ! میں تمہارے پاس ہی آنے لگا تھا۔"

"مجھے آپ کو کچھ بتانا تھا بھائی!" انگلیاں مروڑتی حنین نے خشک ہوتے گلے کے ساتھ الفاظ جمع کرنے چاہے۔ کیسا لگے گا کہنا' میں چیٹنگ کرتے ہوئے پکڑی گئی تھی اور پھر میں نے ہاشم بھائی کو بلا لیا۔ دونوں فقروں میں سے کس فقرے پہ اس کا اعتبار ٹوٹے گا؟

ظاہر ہے پہلے پہ۔ ہاشم کو کسی اور چیز کے لیے بلایا ہوتا تو خیر تھی' مگر چیٹنگ.... وہ کیسے بتائے؟

"ہاں بولو۔" وہ متوجہ ہو کر سن رہا تھا۔ حنین نے لب کھولے' پھر ایک دم خیال آیا۔

"آپ میرے پاس کیوں آنے لگے تھے؟"

"وہ.... مجھے ایک کام تھا۔" کہتے ہوئے اس نے لیپ ٹاپ کے ساتھ رکھی فلیش ڈرائیو اٹھائی' لبوں پہ زبان پھیری اور ہمت مجتمع کرتے ہوئے چہرہ اٹھایا' پھیکا سا مسکرایا۔

"یہ کچھ ڈاکومنٹس میں Decrypt کرنے کی کوشش کر رہا تھا مگر...." احتیاط سے تول تول کر الفاظ ادا کیے۔ "یہ میری قابلیت سے اوپر کی چیز تھی۔ میں اس کو ٹھیک سے آپریٹ نہیں کر پایا اور فائل کرپٹ ہو گئی ہے۔ کیا تم کسی طرح اسے ری کور کرنے میں میری مدد کر سکتی ہو؟"

حنین بنا پلک جھپکے چند ثانیے فلیش کو دیکھتی رہی' پھر نظریں اٹھائیں۔ آنکھوں میں صدمہ اور خفگی در آئی تھی۔

"حنہ' پلیز' صرف تھوڑی سی ہیلپ کر دو۔"

حنین کی گردن نفی میں ہلی' وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔ شکوہ

کنال آنکھیں بدستور سعدی پہ جمی تھیں۔
"کسی کے ڈاکومنٹس کو آپ کھولنے کی کوشش کررہے ہیں، اس کا تعلق آپ کے آفس سے ہے یا نہیں، مجھے نہیں پتا، مگر یہ غلط ہے۔ غیر قانونی ہے۔ اور میں ایسے کام نہیں کرتی۔" سعدی نے گہری سانس خارج کرکے آنکھیں بند کیں۔ پھر کھولیں تو وہ چوکھٹ تک پیچھے ہٹ چکی تھی۔
"ہمارا مسیحا صرف ایک شخص ہوتا ہے اور وہ ہم خود ہوتے ہیں۔ تم کبھی بھی اس فیز سے نہیں نکلو گی۔ اگر تم اپنی خود مدد نہیں کرو گی۔"
"میں کسی فیز میں نہیں ہوں، میں ٹھیک ہوں، پہلے جیسی۔"
سعدی نے نفی میں سر ہلایا۔ فلیش رکھی۔ اٹھ کر اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ وہ ابھی تک ابرو بھینچے اسے دیکھ رہی تھی۔
"تم بدل گئی ہو۔ ایک وقت تھا تم ہمارے خاندان کا سب سے پُراعتماد اور بولڈ بچہ تھیں۔ اب تو تم نے خود کو بالکل عام لڑکیوں جیسا بنا لیا ہے۔"
حنین کے چہرے پہ تاریک سایہ لہرایا، مگر وہ گردن اکڑا کر بولی۔
"میں نہیں بدلی۔ اور میں اس سب میں آپ کی مدد نہیں کروں گی۔ یہ غیر قانونی ہے۔"
"ہاں، سارے قانون دان میرے ہی خاندان میں پیدا ہونے تھے۔" وہ سوچ کر رہ گیا، کیوں کہ حنہ اب مڑ کر جا رہی تھی۔ اس کے کان سرخ تھے اور آنکھوں میں شدید بے بسی بھرا غصہ تھا۔ بھائی جانتا تھا وہ اب کمپیوٹر استعمال نہیں کرتی، اس نے ڈیڑھ سال پہلے لاؤنج کی کمپیوٹر چیئر بھائی کے کمرے میں شفٹ کر دی تھی۔ کمپیوٹر اچھے نہیں ہوتے، اور اس کے لیے تو بالکل بھی نہیں، سو وہ کس طرح ایسی بات کہہ سکتا تھا؟
"پتا ہے آج مجھے زمر نے کیا کہا؟" وہ جاتے جاتے رکی۔
"یہ کہ انہیں ماموں کی بے گناہی کا یقین آگیا ہے۔ وہ اپنے تمام الزامات واپس لیتی ہیں۔" وہ کہتے ہوئے خود بھی الجھا تھا۔ کچھ کھٹک رہا تھا۔ حنین جھٹکے سے واپس پلٹی۔
"یہ پھپھو نے کہا؟"
سعدی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ حنین کے لب بھنچ گئے۔ آنکھوں میں ناگواری در آئی۔
"تو آپ نے آگے سے کیا کہا؟"
"میں کیا کہتا؟"
"کم از کم اتنا تو پوچھ سکتے تھے کہ وہ جھوٹ کیوں بول رہی ہیں؟"
"جھوٹ؟" سعدی کا دھچکا لگا۔
"وہ جھوٹ بول رہی ہیں، وہ اتنی جلدی اور اتنے آرام سے اپنا ذہن نہیں بدلتیں، میں ان کو جانتی ہوں۔"
"زمر جھوٹ نہیں بولتیں۔"
"او کے مگر وہ وکیل ہیں، انہوں نے الفاظ کا محتاط چناؤ کیا ہوگا یقیناً" وہ اداکاری کر رہی ہیں۔"
"تم اتنی جلدی ان کے بارے میں اتنی منفی کیوں ہو جاتی ہو حنہ، کیا پتا ان کو واقعی...." اسے دکھ ہوا تھا۔
"میں ان کو جانتی ہوں۔ وہ بغیر کسی وجہ کے اتنی بڑی بات نہیں کہہ سکتیں۔ پتا نہیں وہ کیا سوچ رہی ہیں۔"
وہ ناگواری اور غصے سے کہتی باہر نکل گئی۔ سعدی نے افسوس سے سر جھٹکا۔ وہ دونوں اس کو جتنی پیاری تھیں، اتنی ہی وہ ایک دوسرے سے دور تھیں۔ وہ بے دلی سے واپس کرسی پہ ڈھے سا گیا۔ دو انگلیوں میں فلیش اٹھا کر دیکھی۔ آج آٹھواں دن تھا ناکامی کا۔ اب وہ کیا کرے؟ کیسے ثبوت لے کر فارس اور زمر کے پاس جائے؟ اس کے پاس انتقام اور انصاف کا ایک منصوبہ تھا، مگر اس کو فارس اور زمر کی مدد چاہیے تھی۔ اکیلی چیونٹی کچھ نہیں کر سکتی تھی۔
باہر حنین بڑبڑاتی ہوئی واپس صوفے پہ دھپ سے آبیٹھی۔
"ایسے بیٹھتی ہو، لگتا ہے زلزلہ آرہا ہے۔" قریب بیٹھے سیم نے رسالے سے سر نکال کر ناگواری سے

تبصرہ کیا، مگر اس نے سنے بغیر (ہونہہ) سر جھٹکا۔ پھر ذہن کی رو بھٹک گئی۔ غصہ اداسی میں بدل گیا۔

"سیم! ایک بات بتاؤ۔" اس نے کھوئے کھوئے لہجے سے پکارا۔

"کیا میں واقعی بدل گئی ہوں؟"

"کب سے؟" وہ حیران ہوا۔ (ڈیڑھ سال پہلے سے۔) اس نے سوچا، مگر سیم کو کیا بتائے؟

"جب سے میں نے بی اے میں ایڈمیشن لیا ہے۔"

"آ۔۔۔" وہ سوچنے لگا۔ "نہیں تو۔۔۔ اب بھی تم اتنا ہی کھاتی ہو، ویسے ہی مذاق کرتی ہو، میرے ساتھ اسی طرح لڑتی ہو اور جب میرے دوست مجھے کچھ کہیں تو ان سے لڑنے بھی اسی طرح پہنچ جاتی ہو۔ تم تو ویسی ہی ہو۔"

"اچھا۔" وہ ہلکا سا ہنس دی۔ سیم پہ تھوڑا سا پیار آیا، مگر ظاہر کیے بنا اس نے کشن اٹھا کر گود میں رکھا اور ادھر ادھر ہاتھ مارا۔ رسالہ غائب۔ وہ حیرت اور پریشانی سے اٹھ کر ڈھونڈنے لگی۔ پھر چونک کر سیم کو دیکھا۔

"تم ڈائجسٹ پڑھ رہے ہو؟ کس نے اجازت دی تمہیں، ہاں؟" لپک کر صوفے تلے سے جوتا اٹھایا۔

"آنے دو آج امی کو، میں نے تمہارا حشر نہ کروایا تو دیکھنا۔" اس سے پہلے کہ وہ غصے سے اس پہ جھپٹتی، سیم چھلانگ مار کر چوکھٹ تک گیا اور پھر آگے غائب۔ حنین طیش سے لال سرخ ہوتی، جوتا لیے اس کے پیچھے بھاگی۔

"یہ موٹا آلو آج بچے گا نہیں۔"

☆ ☆ ☆

لگا ہو دل تو خیالات کب بدلتے ہیں
یہ انقلاب تو ایک بے دلی میں پلتے ہیں

شام ایک ٹھنڈی سی چھایا کے ساتھ قصر کاردار پہ اتر رہی تھی۔ لاؤنج کی دیوار گیر فرانسیسی کھڑکیوں سے باہر کا سبزہ زار جھلک رہا تھا۔ کونے میں دو کرسیاں ساتھ ساتھ رکھی تھیں۔ دونوں کے بازوؤں کے درمیان گلدستے والی چھوٹی میز تھی۔ ایک کرسی پہ جواہرات تھی۔ بال جوڑے میں، کہنی کرسی کے ہتھ پہ اور چہرے پہ مسکراہٹ لیے وہ اپنی مہمان کو دیکھ رہی تھی۔

وہ مہمانوں کو سامنے بٹھانے کے بجائے برابر کرسی پہ بٹھایا کرتی، اسے گردن بائیں طرف موڑ کر مہمان کو دیکھنا زیادہ پسند تھا۔ گئے برسوں میں اس کرسی پہ سعدی اکثر آکر بیٹھتا تھا۔ اب کبھی کبھی ادھر زمر ہوتی۔ آج بھی وہی تھی۔

کپ کے کناروں پہ انگلی پھیرتی، وہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے، سنجیدگی سے بیٹھی تھی۔ بنا مسکراہٹ کے بھوری آنکھیں اور کیچر میں ہاف بندھے گھنگریالے بال جو سمیٹ کر ایک طرف کردیے تھے۔ دوپٹا گردن میں لپیٹ کر دونوں پلو سامنے کر رکھے تھے۔

"کیا تم پچھتا رہی ہو؟" جواہرات اس کے تاثرات دیکھ رہی تھی۔

"ہرگز نہیں بلکہ میں ذہنی طور پہ تیار ہوں۔"

"یہ اذیت ناک ہوگا۔ جس سے نفرت کی جائے اس سے شادی!" جواہرات نے جھرجھری لے کر انگلی سے گال تک آئے بال ہٹائے۔ زمر نے کپ اٹھا کر گھونٹ بھرا۔

"میں بہت اذیت سے گزری ہوں۔ اور سب سے زیادہ تکلیف دہ بے اعتباری تھی۔" کپ نیچے کر کے وہ کھڑکی کی طرف دیکھنے لگی۔ یہاں سے سبزہ زار دکھائی دیتا۔ انیکسی عقبی طرف تھی۔ ادھر سے دکھائی نہ دیتی۔

"اس وقت کسی نے بھی میرا اعتبار نہیں کیا، مگر اب کریں گے۔"

"تم اپنے رشتے داروں کے دباؤ کی وجہ سے اس کا کیس لینے سے انکار نہ کرتیں تو آج وہ جیل میں ہوتا۔"

"بات رشتے داروں کی نہیں ہے۔ میں ایک پبلک پراسیکیوشن میں ذاتی عناد کو نہیں لاسکتی تھی۔ یہ ذاتی جنگ نہیں تھی۔" وہ کھڑکی سے نظریں ہٹا کر جواہرات کو دیکھتے ہوئے تلخی سے بولی۔ "وہ ایک وائف کلر تھا،

سیریل کلر۔ اس نے مجھے استعمال کیا' پہلی دفعہ تب جب مجھ پہ گولی چلائی' دوسری دفعہ ڈیڑھ سال پہلے جب اس نے میرے کندھے پہ پیر رکھ کر رہائی حاصل کرنا چاہی۔ یہ قانونی جنگ تھی۔ صرف ایک تسلی تھی مجھے کہ فارس کا میں نے کچھ نہیں بگاڑا تھا' میں بے گناہ تھی' مگر نہیں۔" آخر تلخ گھونٹ اندر اتار کر اس نے کپ پرچ میں رکھا۔

"وہ مجھ سے انتقام لے رہا تھا۔ یہ آغاز سے ہی ذاتی جنگ تھی۔ شروع اس نے کی' ختم میں کروں گی۔" اس نے آگے ہو کر پیالی واپس ٹرالی میں رکھ دی۔

"مگر تم کرو گی کیا؟ شادی کر کے تمہیں کیا فائدہ ہو گا؟"

"نہیں مسز کاردار!" زمر نے گہری سانس خارج کی اور نفی میں سر ہلایا۔ "میں اور آپ محرم راز نہیں ہیں۔ میں نے مدد مانگی تھی' لائحہ عمل بتانے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔" جواہرات نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

"تم یہ کہہ رہی ہو کہ تمہیں مجھ پہ اعتبار نہیں ہے؟"

"مدد کی حد تک؟ جی ہے۔ مگر اپنے پلانز میں خود تک ہی محدود رکھتی ہوں۔" وہ سرد سا مسکرائی۔ جواہرات نے اثبات میں گردن کو جنبش دی۔

"تمہاری مرضی۔ بہرحال' میں اپنا وعدہ پورا کروں گی۔ تم نے اس سے شادی کرنی ہے' میں کروا دوں گی۔ اور کل میں تمہارے والد سے ملنے آؤں گی۔"

"شیور!" اس نے کندھے اچکا دیے۔

"کیا تم جاننا چاہتی ہو کہ میں یہ کیسے کروں گی؟"

"نہیں۔ میں قدرتی طریقے سے حیران ہونا پسند کروں گی۔" وہ رکی۔ "آپ کو اس سے کیا ملے گا؟"

"کس سے؟"

"ہم دونوں جانتے ہیں کہ آپ میری مدد اپنے فائدے کے لیے کر رہی ہیں' اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ کبھی میرا ساتھ نہ دیتیں۔"

جواہرات ہلکا سا ہنس دی۔ "فارس کے قانونی شیئرز ہیں ہماری جائیداد میں۔ جب تک وہ دوسری چیزوں میں الجھا رہے' میرا کاروبار محفوظ رہے گا۔ مگر تم یہ جانتی ہو کہ میں تمہیں استعمال کر رہی ہوں' تو میرا ساتھ کیوں دے رہی ہو؟"

"تاکہ آپ کو واپس استعمال کر سکوں!" وہ مسکرا کر اٹھی' پرس کی اسٹریپ کندھے پہ لٹکائی۔ "آخری بات جو مجھے کہنی تھی۔ میں تیار ہوں۔"

"میں بھی!" ایئر رنگ پہ انگلی پھیرتے ہوئے جواہرات مسکرائی۔

اس کے جانے کے بعد اسی کرسی پہ بیٹھے' جواہرات نے موبائل پہ نمبر ڈائل کیا۔ یوسف خان صاحب۔

"السلام علیکم۔" وہ کافی دیر بعد فون اٹھا پائے۔

"وعلیکم السلام یوسف صاحب! امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔"

"اللہ کا شکر ہے۔" وہ چند رسمی فقروں کے بعد کہنے لگے۔

"آپ نے دو ڈھائی ماہ قبل مجھے کال کر کے کہا تھا کہ میں زمر کو سمجھاؤں تاکہ وہ شادی کر لے۔"

"جی۔ میں یہ ہر اس شخص سے کہتا ہوں جو زمر کے قریب ہو۔" وہ سنجیدہ اور قدرے خشک تھے۔ جواہرات کا ٹاپس کو مسلتا ہاتھ رکا' ذرا دیر کو اس نے سوچا۔

"اگر آپ میرے گارڈ کی اس نیکلس کے لیے تلاشی والی بات پہ ہم سے خفا ہیں تو میں معذرت کرتی ہوں۔ وہ سب ایک غلط فہمی تھی۔"

"نہیں' کوئی بات نہیں۔"

"اوکے۔ تو میں یہ بتانا چاہ رہی تھی کہ کل رات فنکشن میں میری زمر سے بات ہوئی تھی۔ میں نے اسے بہت سمجھایا ہے۔ امید ہے وہ جلد مان جائے گی۔"

بڑے ابا چونکے۔ "تو آپ نے بات کی تھی زمر سے؟"

"جی۔ میں نے آپ سے وعدہ کر رکھا تھا۔ بس موقع کل رات ملا۔"

"اچھا۔" ان کے لہجے کی سرد مہری زائل ہونے

لگی۔ "زمر نے مجھ سے صبح بات کی تھی' وہ شادی کے لیے رضامند ہے۔"

"گڈ۔ مگر مجھے حیرت نہیں ہے۔ میں ناکام نہیں ہوا کرتی۔"

"آپ کا۔۔۔ شکریہ مسز کاردار۔"

"مائی پلیزر۔" مسکراتے ہوئے' بدستور ایئر رنگ پہ انگلی پھیرتے' وہ کھڑکی کے پار دیکھ رہی تھی۔ "کوئی رشتہ ڈھونڈا آپ نے؟"

"نہیں' ابھی تو ندرت سے بات کی ہے۔ وہ شاید کوئی بتائے۔"

"اوکے' میں نے بھی چند ایک لوگوں سے کہہ رکھا تھا۔ دو رشتے ہیں' جو دلچسپی رکھتے ہیں۔ آپ تفصیلات جاننا چاہیں گے؟"

"جی' بتائیے۔" بڑے ابا بمشکل اپنی آواز کی ضعیف خوشی چھپا رہے تھے۔

"ایک سیشن کورٹ کے جج صاحب کا رشتہ ہے۔ بیوی سے علیحدگی ہو چکی ہے اور تینوں بچے بورڈنگ میں پڑھتے ہیں۔" ذرا دیر کو وقفہ دیا۔ بڑے ابا کی لائن خاموش تھی۔ "دوسرا رشتہ میری کمپنی کے ایک عہدے دار کا ہے۔ پہلی شادی کم عمری میں ہوئی تھی' بیوی اور اس سے ہوئے دونوں بیٹے گاؤں میں رہتے ہیں۔ وہ صاحب خود اسی شہر میں ہیں' اکیلا اچھا گھر ہے' عمر ذرا زیادہ ہے' پچاس سے اوپر۔ آپ سن رہے ہیں۔"

"جی ہاں۔" ان کی آواز بدقت نکلی تھی اور اس میں بھی تکلیف تھی۔

"یوسف صاحب! حقیقت پسندی سے کام لیجئے۔ آپ کی بیٹی تیس بتیس سال کی ہے' اس کے گردے ضائع ہو چکے ہیں' بیمار ہے' ایسے میں کسی نوجوان خوب صورت لڑکے کا رشتہ ملنا تو معجزہ ہو گا اور معجزے کم ہی ہوا کرتے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں' مگر۔۔۔" وہ۔ رک گئے' کیا کہیں اب؟

"ہاں۔۔۔ ایک شخص اور بھی ہے' ہاشم کی عمر کا ہے' ہینڈسم بھی ہے' پہلی بیوی مر چکی ہے' مگر۔۔۔"

"مگر کیا؟" بڑے ابا تیزی سے بولے۔ امید کی کرن چمکی تھی۔

"مگر آپ کی کیا گارنٹی' آپ اس سے شاید رشتہ نہ ہی کریں۔" اس نے ذرا سا وقفہ دیا۔ بڑے ابا بے چینی سے منتظر تھے۔

"میں فارس کی بات کر رہی ہوں۔"

اور بڑے ابا کو اتوار کے اس گرم دن میں لگنے والا یہ دوسرا جھٹکا تھا۔

"فا۔۔۔ رس؟" وہ اٹکے۔ آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"ندرت آج کل فارس کے لیے لڑکی ڈھونڈ رہی ہے۔ تو آپ اس سے زمر کی بات کیوں نہیں کر لیتے؟ اس سے اچھا آپشن آپ کو نہیں ملنے والا۔"

"مگر۔۔۔ فارس کے لیے زمر۔۔۔"

"کیا زمر؟ اسے عدالت نے بری کیا ہے' اور اب زمر اس کو موردالزام ٹھہرانا چھوڑ چکی ہے۔ پرانی باتوں کو بھول جائیے۔" اس نے خفگی سے ٹوکا۔

"مسز کاردار! آپ سمجھ نہیں رہیں۔ فارس کا۔۔۔ وہ ابھی ابھی رہا ہو کر آیا ہے' وہ خود مسئلوں میں گھرا ہے' ایسے میں۔۔۔"

"آپ نے پہلے بھی اس کے رشتے سے انکار کر دیا تھا' تب کیا وجہ تھی؟"

وہ چپ سے ہو گئے۔

"آپ شاید اس کو ہمیشہ سے اپنی بیٹی سے کم تر سمجھتے رہے ہیں۔"

"ایسی بات نہیں ہے' مجھے وہ بہت پسند ہے' مگر وہ خود نہیں مانے گا' زمر بھی نہیں مانے گی۔"

"آپ مان جائیں تو وہ بھی مان جائیں گے۔"

"زمر کبھی بھی نہیں مانے گی' وہ تو اس کا ہمارے گھر آنا تک برداشت نہیں کر سکتی۔"

"وہ تو شادی کے لیے بھی نہیں مانتی تھی۔ میں نے منا لیا تھا۔ بہرحال میں فارس کے ساتھ دو چار روز میں آپ کی طرف چکر لگاؤں گی۔ آپ تینوں رشتوں کے

بارے میں سوچ لیں۔ تین بچوں کا باپ جج، پچپن سالہ کمپنی عہدیدار یا فارس اور اگر تینوں نہیں قبول تو اس دفعہ اپنی بیٹی کے مجرم آپ ہوں گے' ٹیک کیئر۔"

مسکراتے ہوئے فون رکھ دیا اور بہت طمانیت سے کھڑکی کے باہر سبزہ زار کو دیکھنے لگی' جہاں فینونا اپنی نگرانی میں ملازموں سے گملے رکھوا رہی تھی۔

جواہرات کو موسم زیادہ خوش گوار لگنے لگا تھا۔

سب ٹھیک جا رہا تھا۔

✡ ✡ ✡

خدایا تیرے دم سے اپنا گھر اب تک سلامت ہے
وگرنہ دوست اور دشمن ہمارے ایک جیسے ہیں

رات کھانے کے بعد وہ چھوٹے باغیچے والے گھر سے باہر نکل آیا۔ سڑک کنارے چلتے ہوئے کانوں میں ہینڈز فری لگا کر وہ موبائل کو ہاتھوں میں پکڑے کوئی نمبر ملا رہا تھا۔

"سعدی... تمہاری ہاشم سے بات ہوئی؟" شہرین نے کال اٹھاتے ساتھ پوچھا۔ ایئرفون میں گونجتی اس کی آواز میں شدید اضطراب تھا۔

"کیوں نہ پہلے آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کی ہاشم بھائی سے کیا بات ہوئی؟" وہ سختی اور درشتی سے کہتا قدم قدم چلتا جا رہا تھا۔

"میری بات؟ کیا مطلب؟"

"آپ نے ان کو بتا دیا کہ میں نے ان سے وہ چرایا ہے' جو انہوں نے ہم سے چرایا تھا۔"

"میں نے ایسے نہیں۔" وہ اٹکی۔ "وہ مجھ پہ چلا رہا تھا' مجھے دھمکی دے رہا تھا' مجھے معلوم نہیں کہ میں کیا کہتی گئی... بلکہ میں نے تو یہ کہا بھی نہیں کہ تم نے..."

"مگر آپ نے میری بات تو دہرا دی نا ان کے سامنے۔" طیش سے اس کی آواز بلند تھی۔

"اس سے کیا ہوتا ہے؟"

"اس سے یہ ہوتا ہے کہ میں نے پہلی دفعہ آپ پہ اعتبار کر کے غلطی کی۔ بلکہ نہیں' اعتبار تو اس دفعہ بھی نہیں کیا تھا' بس کام کہہ کر غلطی کی اور اس سے یہ بھی ہوتا ہے کہ شہرین بیگم! آج سے آپ اکیلی ہیں۔ مجھے رتی برابر بھی پروا نہیں ہے کہ سونیا آپ کے ساتھ جائے یا نہیں۔ اس لیے آپ اپنی تمام جنگیں اکیلے لڑیں گی۔"

"تم میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہو؟ تم نے مجھے اس کام میں پھنسایا اور..."

"میں آپ کے اس سے بڑے کام کر چکا ہوں اور یہ کام میں نے آپ کو اس لیے دیا کہ آپ بھی ہاشم بھائی سے انتقام لینا چاہتی تھیں' کم از کم کہتی تو یہ ہی رہی ہیں آپ۔ لیکن آج سے ہم ایک ٹیم نہیں ہیں' اللہ حافظ۔" زور سے سرخ بٹن دبا کر کال کاٹی۔

آنکھوں میں شدید خفگی اور غصہ لیے وہ واپس گھر کی طرف مڑ گیا۔

شہرین کی تین' چار کالز آئیں' اس نے سب کاٹ دیں۔ پھر تنگ آ کر فون سائلنٹ پہ لگا دیا۔

واپس اندر آیا تو امی خاموش سی لاؤنج میں بیٹھی تھیں۔ ٹی وی چل رہا تھا۔ حنین پاؤں اوپر کر کے بیٹھی' ہتھیلیوں پہ چہرہ گرائے شوق سے ڈراما دیکھ رہی تھی۔ اب وہ صرف وہی ڈرامے دیکھتی تھی جو ٹی وی پہ لگ جاتے۔

امی البتہ کسی گہری سوچ میں تھیں۔

وہ ایئر فونز اتارتے ہوئے ندرت کے ساتھ دھپ سے صوفے پہ گرا۔ وہ پھر بھی نہیں چونکیں۔ سعدی نے پلکیں سکیڑ کر غور سے ان کو دیکھا۔

"ندرت بہن! پریشان لگ رہی ہیں آپ؟" معصومیت سے پوچھا۔ انہوں نے خفگی سے اس کو دیکھا۔

"کچھ نہیں۔"

"کچھ تو ہوا ہے۔ بتائیں' میں حل کرتا ہوں ابھی آپ کا مسئلہ۔" وہ سنجیدہ ہوتے ہوئے سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"میں سوچ رہی ہوں' فارس کی شادی کر دینی چاہیے۔"

حنین اور سعدی، دونوں نے چونک کر ان کو دیکھا۔ وہ سوچ سوچ کر بول رہی تھیں۔ حنہ کے ماتھے پہ بل پڑے۔

"ماموں کی شادی؟ مگر امی! وہ ابھی تو باہر آئے ہیں، ان کو سانس تو لینے دیں۔"

"حنین ٹھیک کہہ رہی ہے امی! وہ پہلے ہی دوسرے چکروں میں ہیں، ان کو ابھی تنگ نہ کریں۔"

"چپ کرو تم دونوں۔ پتا نہیں ہے کسی بات کا اور ماں کو مشورے دے رہے ہو۔" وہ خفگی سے کہہ کر اٹھ گئیں اور میز پہ رکھے برتن اٹھا کر کچن میں لے گئیں۔ جب واپس آئیں تو وہ دونوں بھول بھال کر ٹی وی دیکھ رہے تھے۔

"بڑے ابا کا فون آیا تھا۔ کہہ رہے تھے۔ زمر شادی کے لیے مان گئی ہے۔ فنکشن میں جانے اور رشتے داروں سے ملنے کا اس پہ مثبت اثر ہوا ہے۔" وہ کشن ٹھیک کر کے رکھتی، سرسری انداز میں بتا رہی تھیں۔

حنین اور سعدی نے ایک دم ایک دوسرے کو دیکھا۔

"اچھی بات ہے نا۔" ندرت نے فالتو کشن اٹھا کر بیڈ روم کی رف جاتے پوچھا۔

"جی۔" حنین بے زاری سے کہہ کر واپس ٹی وی دیکھنے لگی۔

"جی۔" سعدی البتہ دھیما سا بولا۔ چاہنے کے باوجود وہ خوش نہیں ہو سکا۔ کہیں کچھ غلط تھا۔

میں دوستوں کے اک اک امتحان سے گزرا ہوں
بکھر گیا ہوں کئی راستے بناتا ہوا

قصر کاردار پہ اگلی صبح پہلے سے بھی گرم طلوع ہوئی تھی۔ ہاشم برآمدے کی سیڑھیاں اترتا، نیچے کھڑی کار کی طرف جا رہا تھا۔ شوفر کے سلام کا سپاٹ چہرے اور سر کے خم سے جواب دیتا وہ اندر بیٹھا تو شوفر نے دروازہ بند کر دیا۔ جواہرات نے ستون کے ساتھ کھڑے ہو کر یہ دیکھا، یہاں تک کہ اس کی کار روش پہ چلتی گیٹ پار کر گئی۔

"میم! کار تیار ہے۔" فیونا نے سامنے کھڑی کار کے بارے میں یاد دہانی کراتے ہوئے اسے پکارا، جو گردن میں موتیوں کی لڑی پہ انگلی پھیر رہی تھی۔ بال جوڑے میں باندھے اور لمبی قمیص پہ سفید فنڈ منی کوٹ پہنے، وہ سوچ میں گم کھڑی تھی۔ پھر یکایک زینے اترنے لگی۔ فیونا پیچھے آئی تو جواہرات رکی، گھور کر اسے دیکھا، فیونا کے قدم منجمد ہو گئے، فوراً" سر جھکا کر پیچھے ہو گئی۔

جواہرات زینے اتری۔ سبزہ زار عبور کیا۔ گھوم کر گھر کے عقب میں آئی۔ سبز پہاڑی یہاں نشیب میں ڈھل جاتی۔ وہ قدم قدم اترتی نیچے انیکسی تک آئی، دروازہ کھٹکھٹایا۔

چند ہی لمحوں میں وہ کھلا تو فارس نظر آیا۔ وہ ٹراؤزر اور پوری آستین کی ٹی شرٹ میں ملبوس تھا۔ کافی پہلے کا اٹھا ہوا لگتا تھا۔ اسے دیکھ کر آنکھیں سکیڑیں اچنبھے سے، پھر پیچھے ہوا۔ "آیئے۔"

"صبح بخیر۔" وہ مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ باریک ہیل سے چلتی، راہداری عبور کر کے لونگ روم میں آ گئی، جس کے ساتھ اوپن کچن تھا۔ گھوم کر اطراف کا جائزہ لیا۔

"گھر کو کافی رینوویشن کی ضرورت ہے اور صفائی کی بھی۔ تم اجازت دو تو میں فیونا کو بھیج دیا کروں؟" کچن کاؤنٹر کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے اس نے فارس کو مخاطب کیا۔

"ضرورت نہیں۔" وہ آگے آیا، چائے تلے آنچ بند کی اور اوپر کیبنٹ سے شیشے کا گلاس نکالا۔ زرتاشہ کے جہیز کے برتن جن میں سے اکثر ڈبا پیک تھے۔ گلاس نل سے دھویا اور الٹا کر اسٹینڈ پہ رکھا۔ پھر فریج تک آیا۔ جواہرات سینے پہ بازو لپیٹے، ایک ہاتھ بدستور گردن کے موتیوں پہ پھیرتی مسکرا کر اسے دیکھتی رہی۔

"ایک کام تھا تم سے۔ دوپہر کو مجھے زمر کے گھر لے جاؤ گے؟"

فریج سے جوس کا ڈبا نکالتا فارس لمحے بھر کو رکا، پھر دروازہ بند کرتا کاؤنٹر تک آیا۔ چہرہ ویسے ہی سپاٹ رہا۔

"کیوں؟ ڈرائیور کہاں گیا آپ کا؟"

"تمہیں میرا ڈرائیور بننے پہ اعتراض ہے کیا؟"

"نہیں، مجھے کام سے جانا ہے دوپہر میں۔" وہ شیشے کے گلاس میں جوس کا ڈبا انڈیل رہا تھا۔ نارنجی رس سے گلاس بھر آگیا۔

"کدھر جانا ہے؟"

"ایک دوست سے ملنے۔"

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ جاتے ہوئے مجھے ڈراپ کر دینا اور واپسی پہ پک کر لینا۔" فارس نے گلاس اسے پیش کیا تو اس نے پکڑتے ہوئے شانے اچکا کر گویا بات ختم کر دی۔

"بہت اچھا۔" وہ مڑ کر چولہے تک آیا اور مگ میں اپنی چائے انڈیلنے لگا۔

"میں نے یوسف صاحب کو بتایا تھا کہ تم میرے ساتھ آؤ گے۔ وہ چاہتے ہیں، تم اور میں کھانا ان کے ساتھ کھائیں۔ کافی خوش ہوئے تمہارا سن کر۔"

فارس نے چونک کر اسے دیکھا اور کیتلی واپس چولہے پہ رکھی۔ "آپ یوسف صاحب سے ملنے جا رہی ہیں؟"

"ہوں۔" جوس کا گھونٹ بھر کر مسکرائی۔ "زمر کے رشتے کے لیے انہوں نے مجھے کہہ رکھا تھا۔ دو پروپوزل ہیں، وہی بتانے ہیں ان کو۔"

وہ مقابل کاؤنٹر سے ٹیک لگا کر کھڑا تھا، نظریں چائے پہ جھکائے ایک گھونٹ بھرا۔ بولا کچھ نہیں۔ انداز البتہ ست تھا۔ جواہرات اس کی آنکھوں پہ نگاہیں جمائے ہوئے تھی۔

"ایک جج کا ہے، عمر پچاس سال سے اوپر، پہلی بیوی کو طلاق دے چکا ہے، تین بچے بھی ہیں۔ دوسرا میری کمپنی میں ملازم ہے۔ عمر اس کی بھی اتنی ہی ہے، مگر پہلی بیوی اور بچے گاؤں میں رہتے ہیں۔" کہہ کر اس نے اپنے حلق میں شیریں گھونٹ انڈیلا اور فارس نے کڑوا گھونٹ۔ دونوں نے اپنے اپنے جام نیچے کیے تو انیکسی میں خاموشی چھا گئی۔

"تمہیں تو معلوم ہے، زمر کے والد بیمار رہتے ہیں، اپنی بیٹی کی بہت فکر ہے ان کو۔ وہ ہے بھی گردے کی مریض۔ جانے کب تک یہ عطیہ شدہ گردہ چل پائے۔"

فارس نے کچھ نہیں کہا۔ ایک گھونٹ مزید بھرا۔ جواہرات نے قدرے بے چینی سے اس کی آنکھیں دیکھیں۔

"تمہیں شاید میری بات میں دلچسپی نہیں۔ اوہ! یہ مت کہنا کہ تم ابھی تک زمر سے پرانا بغض پالے ہوئے ہو۔ اب تو وہ تمہارے خلاف بیان واپس لے چکی ہے اب تو بھول جاؤ۔"

فارس نے چونک کر اسے دیکھا۔ جواہرات نے مصنوعی حیرت خود پہ طاری کی۔

"اوہ۔۔۔ تمہیں نہیں معلوم تھا؟ جج نے تمہیں بری کر دیا تو اس نے بھی تمہارے بارے میں کہی ہر بات واپس لے لی۔ اس والد، ندرت، سعدی، سب کے آگے ہی اس نے یہ بات کہی وہ اب تم پہ کوئی الزام نہیں لگائے گی۔"

"اسی لیے اس نے پچھلے ہفتے مجھے اپنے گھر سے نکالا تھا؟" وہ سنجیدہ تلخی سے بولا تو جواہرات لمحے بھر کو چپ ہوگئی۔ پھر لاپروائی سے شانے اچکائے۔

"یہ انسانی فطرت ہے۔ یقین کے قریب ہو کر بھی شک آخری جھٹکا ضرور لگاتا ہے، پوری قوت سے، مگر اس کے بعد امن ہو جاتا ہے۔"

"واٹ ایور!"

چند لمحے مزید خاموشی سے گزر گئے۔ پھر وہ ذرا سا کھنکھاری۔

"تمہارا آگے کا کیا ارادہ ہے؟"

"نہیں۔ میں یہ گھر نہیں چھوڑ رہا۔ اگر آپ یہ پوچھنے آئی ہیں تو۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو ہنی! میں تمہیں یہاں دیکھ کر سب سے زیادہ خوش ہوں۔ تمہیں یہیں رہنا چاہیے، بلکہ جاب اسٹارٹ کرو کوئی، شادی کرو، زندگی کو سیٹل کرو۔ وہ ایک طوفان تھا، آیا اور گزر گیا۔ اس سب کو بھول جاؤ۔"

"مسز کاردار! طوفان کے گزر جانے سے جڑ سے اکھڑے درخت واپس نہیں لگ جایا کرتے۔"

"تو نئے بیج بوؤ..... نئے رشتے بناؤ۔ شادی کرلو فارس! ورنہ کبھی آگے نہیں بڑھ سکو گے۔"

"میرے پاس اور بہت کام ہیں۔" وہ تلخی سے کہتا آخری گھونٹ اندر انڈیلتا مڑ گیا۔

جواہرات نے ذرا جوس بچا کر گلاس کاؤنٹر پہ رکھا' اس کا شانہ تھپکا اور "دوپہر کو ملتے ہیں" کہہ کر آگے نکل گئی۔ فارس آنکھوں میں ناپسندیدگی لیے اسے جاتے دیکھتا رہا۔

ہر سمت سپیرے ہیں جمائے ہوئے ڈیرے
اس شہر میں سانپوں کے خریدار بہت ہیں

دوپہر طلوع ہوئی تو اتنی سنہری کہ ہر چمکتی شے سونا دکھنے لگی۔ یوسف صاحب کا گھر بھی دھوپ میں جھلس رہا تھا۔ جب زمر فائلز اور پرس پکڑے اندر داخل ہوئی۔ راہ داری سے گزرتے ہوئے وہ ڈرائنگ روم کے جالی دار پردے کے پاس رکی۔ جالی کے پار صوفے پہ ٹانگ پہ ٹانگ جمائے' جواہرات تمکنت سے بیٹھی نظر آرہی تھی۔ انگلی پہ مسلسل لاکٹ کی چین لپیٹتی' وہ مسکرا کر ابا کو سن رہی تھی جو مقابل وہیل چیئر پہ بیٹھے مدھم آواز میں کچھ کہہ رہے تھے۔ زمر نے سامنے سے آتے صداقت کو چیزیں تھمائیں اور کھنکھارتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔ جواہرات نے مسکرا کر گردن اٹھاتے ہوئے اسے دیکھا۔ وہ سنجیدگی سے سلام کر کے سنگل صوفے پہ ٹک گئی۔ عمروں کے فرق کے باوجود دونوں عورتوں میں کچھ بہت مشترک سا تھا۔ شاید تنی ہوئی گردن' شاید گہری آنکھیں۔

"تمہارے والد نے مجھے اچھی خبر سنائی ہے' تم شادی کے لیے رضامند ہو۔"

زمر نے خاموش نگاہ بڑے ابا پہ ڈالی۔ وہ مطمئن اور خوش نظر آرہے تھے۔

"اگر کوئی مجھ سے شادی پہ رضامند ہوا تو شیور!"

"اور تم یہ فیصلہ اپنے والد پہ چھوڑ چکی ہو؟"

"بالکل!" اس نے شانے اچکائے۔

"واقعی زمر!" جواہرات نے تیکھی' مسکراتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ "وہ جس سے چاہیں تمہاری شادی کروادیں' یہ بات دل سے کہی یا اوپر اوپر سے؟"

"جب کہہ دی ہے تو پورا کروں گی۔" وہ بے تاثر تھی۔

"اور اگر تمہارے والد فارس کو منتخب کرلیں تمہارے لیے؟ کیا کرلو گی اس سے شادی؟"

بڑے ابا نے ایک دم پریشان ہو کر جواہرات کو دیکھا۔ گویا اسے روکنا چاہا' مگر وہ لاکٹ کی چین انگلی پہ لپیٹتی زمر کو مسکرا کر دیکھے جا رہی تھی۔ بڑے ابا نے مجرمانہ انداز میں گردن موڑی۔ زمر لب بھینچے جواہرات کو دیکھ رہی تھی۔ خلاف معمول اس نے اس بات پہ کھڑے کھڑے جواہرات کو گھر سے نہیں نکالا تھا۔

"تمہاری خاموشی سے میں کیا سمجھوں؟ یہ ہی کہ تم نے رضامندی کا اظہار محض اوپر سے کیا تھا؟ درحقیقت تم اپنے والد کو یہ حق نہیں دے رہیں۔ کیا یہ تمہارے والد کے ساتھ وعدہ خلافی نہیں ہے؟"

"ایسا نہیں ہے۔" وہ تیزی سے بولی' پھر چپ ہو گئی۔

"میرا اور تمہارے ابا کا خیال ہے کہ فارس تمہارے لیے بہترین انتخاب ہے۔ پلیز وہ پرانی باتیں مت دہرانا۔ تم خود بھی جانتی ہو کہ وہ سچ نہیں تھا۔ اب بتاؤ' اپنی زبان پہ قائم ہو؟"

بڑے ابا بے چارگی سے اسے تک رہے تھے۔ مگر خلاف توقع زمر سپاٹ نظروں سے جواہرات کو دیکھتی رہی۔

"قائم ہوں۔ جانتی ہوں' ابا میرے لیے غلط فیصلہ نہیں کریں گے۔" ضبط سے الفاظ ادا کیے۔

"تم سوچ لو' یہ تو بس ہمیں یوں ہی خیال آیا تو....." وہ شرمندہ سے وضاحت کر رہے تھے۔

"سوچ چکی سب..... جو مرضی آئے' کریں۔"

"اور ہاں! فارس ابھی مجھے پک کرنے آئے گا۔ اگر تمہارا دوبارہ اس کو گھر سے نکالنے کا ارادہ ہے تو ابھی بتا دو' تاکہ میں اسے منع کردوں۔"

زمر نے بہت ضبط سے خود کو بھڑکنے سے روکا اور آہستہ سے بولی۔

"میں نے اس دن غلط کیا تھا' مجھے ایسے نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آئی ایم سوری ابا!" وہ ایک دم اٹھی اور باہر نکل گئی۔ راہداری میں آکر گہرے سانس لے کر خود کو نارمل کرنا چاہا' مگر پرانی باتیں' یادیں سب ابل ابل کر جیسے باہر آرہا تھا۔ وہ دل پہ ہاتھ رکھے' آنکھیں بند کیے' راہداری کی دیوار کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔

اندر جواہرات سہولت سے کہہ رہی تھی۔

"اسے منانا مشکل نہیں تھا۔"

"اسے ماننا نہیں کہتے۔ احتجاج کہتے ہیں۔" وہ نفی میں سر ہلاتے افسوس کر رہے تھے۔ جواہرات نے بمشکل ناگواری چہرے سے چھپائی۔

"زمر کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔ وہ اپنا اچھا برا سوچ کر ہی جواب دے رہی تھی۔ اسے فارس سے شادی پہ کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔" (پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے بول بول کر وہ تھک گئی' مگر یہ ابھی وہیں اٹکے تھے۔)

تب ہی اس کا موبائل بجا۔ جواہرات نے نہیں اٹھایا' اسی طرح بیٹھی رہی۔

"فارس باہر لینے آیا ہے مجھے۔ آپ یوں کیوں نہیں کرتے کہ باہر دروازے تک چلے جائیں اور اسے اندر لے آئیں۔ میرے کہنے پہ تو وہ کبھی نہیں آئے گا۔"

بڑے ابا نے اثبات میں سر ہلایا اور وہیل چیئر کے پہیے چلاتے مڑ گئے۔ ساتھ میں صداقت کو آواز بھی دی۔ جب وہ واپس آئے تو فارس ان کے ساتھ تھا۔ زمر اس دوران اندر جا چکی تھی۔ وہ آرام دہ نہیں تھا' مگر مجبور تھا۔ خاموشی سے اس سنگل صوفے پہ بیٹھ گیا۔ جہاں سے ابھی زمر اٹھ کر گئی تھی۔

"طبیعت کیسی ہے آپ کی؟" وہ مدھم آواز میں پوچھ رہا تھا۔ دائیں ٹانگ بائیں گھٹنے پہ رکھے' کہنی صوفے کے ہتھے پہ۔ بس جلدی سے وہ یہاں سے نکل جائے۔

"اچھا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ تم آئے۔ تمہارا بہت شکریہ فارس!"

وہ دونوں چند رسمی کلمات کا تبادلہ کر رہے تھے۔ جواہرات نے بور سی ہو کر آنکھیں گھمائیں۔ چند ثانیے مزید سرکے۔ صداقت چائے سرو کر کے جا چکا تو جواہرات ذرا سا کھنکاری۔ دونوں نے اسے دیکھا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ ایک اچھا موقع ہے' تم سے بات کرنے کا فارس!"

بڑے ابا بری طرح چونکے۔ فارس بھی دھیان سے سننے لگا۔

"یوسف صاحب کا تم کتنا احترام کرتے ہو' ان کے تم پہ کتنے احسانات ہیں' کتنے برے وقتوں انہوں نے تمہاری مدد کی' ہم سب اس سے واقف ہیں۔"

زمر پھر سے راہداری میں آکھڑی ہوئی۔ دھڑکتے دل سے وہ دیوار سے لگی بن رہی تھی۔

"جی!" فارس نے اچنبھے سے جواہرات کو دیکھتے سر ہلایا۔

"ایسے میں یوسف صاحب کا حق ہے کہ وہ اپنے بیٹے کی طرح سمجھ کر تم سے ایک سوال کر سکیں۔"

بڑے ابا نے بے چینی سے جواہرات کو آنکھ سے اشارہ کیا۔ باز رہنے' خاموش رہنے کا اشارہ' یہ سب بہت جلدی ہو رہا تھا' مگر وہ ان کو دیکھے بنا' مسکراتے ہوئے فارس سے کہے جا رہی تھی۔

"میں سن رہا ہوں' آپ کچھ بھی کہہ سکتے ہیں۔"

"میں تو..." وہ جلدی سے کوئی بات بنانا چاہتے تھے۔ مگر......

"وہ چاہتے ہیں کہ زمر کا جو رشتہ تم نے چند برس قبل مانگا تھا' اس کا جواب وہ آج دیں' کیونکہ اس وقت کا جواب ان سے پوچھے بنا دیا گیا تھا' اگر ان سے پوچھا جاتا تو ان کا جواب مختلف ہوتا۔"

فارس بالکل رک کر انہیں دیکھنے لگا' جیسے اس کی سمجھ میں نہ آرہا ہو۔

"یوسف صاحب یہ چاہتے ہیں کہ تمہاری اور زمر کی شادی ہو جائے۔"

اس کا سانس واقعتاً" تھم گیا۔ بے اختیار ابا کو

دیکھا۔ انہوں نے چارگی سے چہرہ جھکالیا۔

"کوئی جلدی نہیں ہے' تم سوچ سمجھ کر جواب دینا۔" جواہرات نے تیزی سے کہا' مبادا وہ انکار ہی نہ کردے' بڑے ابا نے سراٹھایا۔

"اور کوئی زبردستی بھی نہیں ہے بیٹا! بس ایک خیال تھا کہہ دیا۔ تم نہ کہہ دو تب بھی ہمارے تعلقات ویسے ہی رہیں گے۔"

فارس نے بمشکل سراثبات میں ہلایا۔ وہ کچھ بولنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

"یوسف صاحب بہت پریشان رہتے ہیں زمر کے لیے' ان کو اپنی زندگی کا بھی کوئی بھروسا نہیں' وہ اپنے سامنے اپنی بیٹی کو کسی ایسے شخص کو سونپ کر جانا چاہتے ہیں' جس پہ وہ اعتبار کرتے ہوں اور تم وہ واحد شخص ہو فارس!" جواہرات نرمی سے سمجھا رہی تھی۔

"میں..... مجھے کچھ وقت دیں۔" بدقت وہ کہہ پایا' پھر ایک سلگتی نظر جواہرات پہ ڈالی۔

"میں باہر انتظار کر رہا ہوں آپ کا۔" اور اٹھ کھڑا ہوا' جیسے مزید وہاں بیٹھنا دوبھر ہو۔ بڑے ابا نے یاسیت سے اسے جاتے دیکھا۔ وہ ان سے نگاہ ملائے بغیر دھیما سا سلام کہہ کر باہر نکل آیا۔

راہ داری میں وہ ٹھٹکا۔ سامنے والی دیوار کے ساتھ زمر کھڑی تھی۔ ساکت' زرد سفید چہرہ لیے' ضبط کی انتہا پہ۔ بس ایک لمحے کو رک کر اس نے زمر کو دیکھا' مگر وہ منہ پھیر گئی' وہ بھی نہیں رکا۔ تیز تیز قدموں سے چلتا دہلیز پار کر گیا۔

جواہرات چند ثانیے مزید ابا کو تسلی دیتی رہی اور جب نکلی تو زمر ہنوز کھڑی تھی۔ اس کا سفید چہرہ اب اہانت سے گلابی پڑتا جا رہا تھا۔

"یہ کیا تھا؟" وہ دبی دبی سی غرائی تھی۔ آواز بہت دھیمی رکھی۔ ابا نہیں سن سکتے تھے۔

"تمہارا پچاس فیصد کام ہو گیا۔"

"مگر اسے میرا رشتہ لے کر آنا چاہیے تھا' نہ کہ میرا باپ اس کی منت کرتا۔" وہ ضبط کے مارے پھٹ بھی نہیں سکتی تھی۔ "یہ پلان کا حصہ نہیں تھا۔"

"تم نے پلان سنا ہی کب تھا؟" وہ شانے اچکا کر موبائل پہ بٹن دبانے لگی۔ زمر آنکھوں میں تپش لیے اسے گھور رہی تھی۔ جواہرات نے تھکی ہوئی سانس اندر کھینچی۔

"تم کیوں فکر کرتی ہو؟ شادی کرنی ہے نا' ہو جائے گی۔ چاہے جیسے بھی ہو۔ دیکھو! میں زیادہ قرآن نہیں پڑھتی' مگر ایک آیت میں بہت خوشی سے ہر جگہ کوٹ کرتی ہوں۔" ذرا سا مسکرائی۔ "اور وہ یہ کہ' عورتوں کی چالیں بہت عظیم ہوتی ہیں۔" اس کے گال کو ہولے سے چھو کر وہ مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔ زمران ہی سلگتی نظروں سے اسے جاتے دیکھتی رہی۔

فرنٹ سیٹ پہ بیٹھ کر جیسے ہی جواہرات نے دروازہ بند کیا' فارس نے تیزی سے کار پیچھے کی' گیٹ سے نکالی اور سڑک پہ ڈال دی۔ اس کا جبڑا بھنچا ہوا تھا۔ وقفے وقفے سے ایک قہربار نظر جواہرات پہ ڈال دیتا۔

"یہ سب کیا تھا مسز کاردار؟"

"ایک معذور اور بے بس آدمی تم سے درخواست کر رہا تھا اپنی بیٹی کے لیے۔"

"میں بچہ نہیں ہوں۔ آپ ان کے منہ میں الفاظ ڈال رہی تھیں۔" اکتاہٹ سے اس نے سر جھٹکا۔ "صبح آپ میرے پاس آئیں اور آپ کو میری شادی کی فکر ہونے لگی اور اتفاق سے آج ہی یوسف صاحب نے یہ بات کہہ دی۔"

"سامنے کی بات ہے' تم سے بہتر داماد ان کو نہیں ملے گا۔"

"یہ خیال بھی آپ نے ہی ڈالا ہو گا ان کے ذہن میں۔ میں تو جیسے آپ کو جانتا ہی نہیں ہوں۔" غصے سے بولتا وہ ایکسلیٹر پہ دباؤ بڑھا رہا تھا۔ کار کی رفتار تیز ہوتی گئی۔

"مجھے تمہاری فکر ہے فارس!"

"پہلے تو ساری زندگی آپ کو میری فکر نہیں ہوئی۔"

"یہ ہی تو پوائنٹ ہے فارس! میں نے یا اورنگ زیب نے ساری زندگی تمہاری فکر نہیں کی' مگر جس

شخص نے کی، تم پہ اتنے احسان کیے۔ جو تمہیں اچھی نوکری دلوانے میں مدد نہ کرتا تو آج تم سڑکوں پہ آوارہ پھر رہے ہوتے، اب وہ شخص معذور ہے۔ اس کی بیٹی بیمار ہے اور وہ تم سے صرف ایک چیز مانگ رہا ہے کہ اس کی بیٹی سے شادی کرلو، تو تم اسے بھی انکار کردو گے۔ کیا یہ ہوتا ہے احسان کا بدلہ؟" تلخی سے اسے دیکھ کروہ کہہ رہی تھی۔

فارس اسی طرح تیز ڈرائیو کیے گیا۔ البتہ خاموشی کا لمبا وقفہ دونوں کے بیچ حائل ہوگیا۔

"ان کی بیٹی کبھی نہیں مانے گی۔" بہت دیر بعد وہ بولا۔

"مان جائے گی۔"

"کبھی نہیں۔"

"وہ مان چکی ہے یار۔" جواہرات نے بے زاری سے سر جھٹکا اور کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھی۔ اسے دیر ہورہی تھی۔

اور فارس غازی نے ایک دم چونک کر اسے دیکھا، پھر سامنے دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے کا غصہ، ایک نئی سوچ میں ڈھلتا گیا۔ لب کاٹتے، آنکھیں سکیڑے وہ چند منٹ خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا۔

"آپ ان سے کہیے، میں سوچ کر بتاؤں گا۔" اب کے وہ بولا تو آواز مدھم تھی۔ جواہرات نے گہری مطمئن سی سانس خارج کی۔ کام "تقریباً" ہوگیا تھا۔

فارس نے اسے گھر اتارا اور خود کار سے نکل کر انیکسی کی طرف ہولیا۔ قصر کی عقبی سمت میں فیونا ٹرے میں کچھ چیزیں لادے ہاشم کی بالکونی کے بیرونی زینے سے نیچے اتر رہی تھی۔ فارس کار سے اترا۔ اور وہیں کھڑا رہا۔ جب وہ قریب سے گزرنے لگی تو اسے روکا۔

"اے... بات سنو!" انگلی سے اشارہ کیا۔ وہ مؤدب، مگر پراعتماد سی چلتی قریب آئی۔

"یس سر؟"

"تمہاری اتنی ہمت کب سے ہوئی کہ تم میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں داخل ہو؟"

فیونا کا منہ مارے شاک کے کھل گیا۔

"میں تو کبھی بھی نہیں... آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"کیا جب پراسیکیوٹر زمر آئی تھی تو تم اسے میرے گھر نہیں لائی تھیں، ہاں؟" غصیلی آنکھوں سے وہ اسے گھور رہا تھا۔

"کل شام؟ نہیں تو، پراسیکوٹر تو آدھے گھنٹے کے لیے آئی تھیں، سارا وقت وہ مسز کاردار کے پاس بیٹھی رہیں اور پھر واپس چلی گئیں۔ وہ تو اس طرف آئیں بھی نہیں۔" وہ حیران پریشان سی صفائی دے رہی تھی۔

"سچ کہہ رہی ہو؟"

فیونا نے جلدی سے سر اثبات میں ہلایا۔

"ہوں ٹھیک ہے۔ مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔" وہ مڑنے لگا، پھر رکا۔ "یہاں پہ میری اینجیو ہوا کرتی تھی کدھر گئی؟"

"وہ... اس نے مسز کاردار کا نیکلس چرایا تھا، سو اسے نکال دیا۔"

"اور تم نے اس کی جگہ لے لی۔ ہوں؟"

"جی، میں اب یہاں کی ہیڈ اسٹاف ہوں۔" گردن ذرا اکڑا کر بولی۔

"ٹھیک ہے۔ آئندہ میرے گھر کے قریب مت پھٹکنا۔" انگلی اٹھا کر تنبیہہ کرتا وہ آگے بڑھ گیا۔ چہرے کے تاثرات میں پھر سے غصہ جھلکنے لگا۔"

جو اگلوانا تھا فیونا سے، وہ اگلوا لیا تھا۔

"تو میڈم پراسیکوٹر ادھر آئی تھیں اور سارا وقت جواہرات سے باتیں کرتی رہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ فارس اور زمر کی شادی کا خیال کس نے کس کے ذہن میں ڈالا؟ جواہرات نے؟ یا زمر نے؟ یہ کھچڑی کس نے پکائی، ہوں؟" اس نے سبزہ زار پہ چلتے ہوئے تنفر سے جھٹکا۔ "کیا یہ دونوں عورتیں مجھے بے وقوف سمجھتی ہیں؟"

اپنے دروازے پہ رک کر اس نے موبائل نکالا اور کال ملا کر کان سے لگایا۔

"جی فرمائیے۔" سعدی کی مصروف آواز گونجی۔

"کدھر ہو تم؟"

"عموماً" اس وقت شریف لوگ اپنے آفس میں ہوتے ہیں' مگر اوہ سوری' آپ کی چونکہ اپنی کوئی جاب ہے نہیں اور چار سال سے آپ بیکار ہیں' تو آپ کو کیا معلوم۔"

"بک بک مت کرو۔ فوراً" اپنے دادا کے گھر جاؤ۔"

"جی بالکل' میں تو بیٹھا ہی فارغ ہوں' اور آفس بھی میرے مرحوم ابا جان کا ہے نا' جو میں جب چاہے منہ اٹھا کر نکل جاؤں۔" وہ جلا بھنا بیٹھا تھا۔ آگے پیچھے کاغذوں' فائلوں کا ڈھیر۔ کمپیوٹر پہ کھلے ڈھیروں کام۔ اوپر سے تازہ تازہ بڑی باس سے ڈانٹ۔

"تم جا رہے ہو یا نہیں؟"

"ڈیڑھ گھنٹے سے پہلے نکلا تو دوبارہ یہ لوگ داخل نہیں ہونے دیں گے' اور جو میری باس ہیں نا' وہ پہلے ہی...."

"تمہارے دادا نے مجھ سے کہا ہے کہ میں تمہاری زمر پھپھو سے شادی کرلوں۔ کیوں ہوگئی زبان بند؟ اب ابھی کولے کران کی طرف جاؤ اور جو بھی مناسب لگے کرو۔" اور دوسری طرف سعدی کی زبان واقعی بند ہوگئی تھی۔ فارس نے فون رکھا اور اندر چلا گیا۔

☼ ☼ ☼

قدرے فاصلے پہ واقع کاردار قصر کے لاؤنج میں تھکی تھکی سی جواہرات اپنی مخصوص اونچی کرسی پہ بیٹھی تھی۔ ٹھوڑی تلے ہتھیلی جمائے' وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ سہ پہر میں آس پاس سناٹا سا تھا۔ ہاشم' نوشیرواں' سونیا' کوئی بھی گھر پہ نہ تھا۔ وہ بہت عرصے بعد اس وقت گھر پہ تھی اور یہ سناٹا کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔ بجائے آفس واپس جانے کے' وہ ادھر ہی بیٹھی رہی۔ آج کی کارروائی نے اسے تھکا دیا تھا۔

پچھلے ایک ہفتے میں اس نے بارہا ماضی کے کئی ادوار کو ذہن میں دہرایا تھا۔

سات سال پہلے.... جب وہ سب پہلی دفعہ ملے تھے۔

پانچ سال پہلے.... جب وہ خوشی سے ایک دوسرے پہ عنایات کیا کرتے تھے۔

چار سال پہلے.... جب ان کے خاندانوں میں خونی لکیر آ کھنچی تھی۔

مگر ماضی کے ابواب کا آخری حصہ ابھی رہتا تھا اور جواہرات کاردار کے لیے یہی سب سے تکلیف دہ تھا۔ ڈیڑھ سال پہلے کیا ہوا تھا' سعدی اب ان کے گھر کیوں نہیں آتا تھا' اور وہ تمام مسئلے جو ہاشم نہیں سنبھال سکا تھا۔

وہ نہ چاہنے کے باوجود بھی یاد کرنے لگی....

اس کی نم آنکھیں کھڑکی پہ جمی تھیں اور اس کے شیشے پہ پرانی کہانیاں ابھر ابھر کر ڈوبنے لگیں۔

☼ ☼ ☼

کوئی ہے رنگ' کوئی روشنی' کوئی خوشبو
جدا جدا ہے تاثر ہر اک لمحے کا

موجودہ دن سے ڈیڑھ سال قبل۔

قصر کاردار میں وہ شام بہت سے رنگوں' قمقموں اور چہل پہل کے ساتھ اتر رہی تھی۔ میری اینجیو ٹرے اٹھائے' مسکراتی ہوئے سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ اس کے عقب میں نیچے کافی آوازیں آرہی تھیں' جیسے مہمان آئے ہوں۔ وہ اوپر آئی اور ہاشم کے کمرے کے سامنے رکی۔ دروازہ ادھ کھلا تھا۔ ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑے سعدی اور ہاشم کی پشت جھلک رہی تھی۔ سعدی کچھ کہہ رہا تھا' اور ہاشم مسکرا کر سنتا' کف لنکس پہن رہا تھا۔"

میری نے دروازہ بجایا۔ وہ دونوں مڑے۔ اس نے ذرا سا سر اندر کیا۔

"سر! آپ کو کاردار صاحب نیچے بلا رہے ہیں۔"

"میں بس تیار ہوں۔" اس نے دوسرا کف لنک اٹھا کر لگاتے ہوئے خود کو آئینے میں دیکھا۔ وہ مسکرا کر سر ہلاتی واپس مڑ گئی۔

سعدی نے واپس اسے دیکھا' وہ آفس سے ابھی آیا تھا اور چونکہ سعدی کی پوری فیملی ڈنر پہ مدعو تھی' اس

لیے وہ آتے ساتھ ہی جلدی جلدی ڈنر کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ نیچے سب کھانا شروع کرنے کے لیے اس کے منتظر تھے۔ سعدی بلانے آیا اور پھر وہیں کھڑا ہو گیا' یہاں تک کہ میری کو بھیجا گیا۔

"مجھے ڈنر کا پتا ہوتا تو میں جلدی آجاتا۔ شہری بتانا بھول گئی تھی۔" اس نے پرفیوم اٹھا کر کیپ اتارتے آئینے میں اپنا عکس دیکھتے ہوئے کہا۔ "سو تمہاری بہن نے بورڈ ٹاپ کیا ہے' ہوں؟" اس نے ڈنر کی وجہ پھر سے پوچھی۔

"جی' مگر وہ تو پرانی بات ہو گئی' اب تو انٹری ٹیسٹ کا رزلٹ بھی آگیا ہے' اور جب انکل کو اس کے انجینئرنگ میں ایڈمیشن کا علم ہوا تو انہوں نے ہمیں ڈنر پہ مدعو کر لیا۔" پرفیوم کا اسپرے کرتے ہاشم نے مسکرا کر سعدی کو دیکھا۔ وہ سیاہ کوٹ اور سفید شرٹ میں ملبوس تھا' بال پہلے سے چھوٹے تھے اور چہرے کی متانت و سنجیدگی بڑھ چکی تھی۔ انداز ابھی بھی معصوم تھا۔

بولتے بولتے سعدی رکا' سانس اندر کو کھینچا' پھر ستائشی انداز میں ہاشم کو دیکھا۔

"کتنا اچھا پرفیوم ہے۔"

"سو تو ہے۔" ہاشم نے مسکرا کر آئینے میں خود کو دیکھتے' گردن پہ ایک اور اسپرے کیا' پھر کیپ اٹھایا' شیشی پہ چڑھایا۔ شیشی کو ڈبی میں ڈالا' اور سعدی کی طرف بڑھایا۔

"اب یہ تمہارا ہے۔"

وہ ایک دم بدک کے پیچھے ہوا۔ ہاتھ اٹھا کر جلدی سے نفی میں سر ہلانے لگا۔ "نہیں نہیں ہاشم بھائی! میں اس لیے تو نہیں کہہ رہا تھا۔"

"رکھ لو یار!"

"نہیں' پلیز' میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" وہ اتنا شرمندہ تھا کہ حد نہیں۔ "اگر آپ اس طرح کریں گے تو میں دوبارہ کبھی آپ کی کسی چیز کی تعریف بھی نہیں کر سکوں گا۔"

ہاشم نے اس کی پوری بات تسلی سے سنی' پھر سر ہلایا' اور پرفیوم کی ڈبی اس کے کوٹ کی جیب میں ڈال دی۔

"مجھ سے بحث میں تم کبھی نہیں جیت سکتے' سو کوشش کیوں کرتے ہو؟ چلو نیچے' سب انتظار کر رہے ہوں گے۔" اس کا کندھا تھپتھپا کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ بے حد خفت سے کھڑے سعدی نے خود کو دس دفعہ کوسا' مگر اب وہ تحفہ واپس نہیں کر سکتا تھا' اور پھر کمرے پہ ایک سرسری نظر ڈالتا واپس پلٹا۔ ان چند منٹوں میں بھی اس نے محسوس کر لیا تھا کہ وہاں شہرین کی کوئی چیز نہیں رکھی تھی۔ وہ غالباً" مختلف کمروں میں رہ رہے تھے۔ شہرین بتانا نہیں بھولی تھی' وہ ایک دوسرے سے بات تک نہیں کرتے تھے اور یہ سب کو پتا تھا۔

وہ دونوں اکٹھے سیڑھیاں اتر رہے تھے' جب ہاشم نے سرسری سا سوال کیا۔ "فارس کیسا ہے۔ ملاقات ہوئی؟"

"جی' بس ایک دوبار ہی ملنے جیل جا سکا ہوں آپ کو تو پتا ہے' انگلینڈ سے واپس آنے کے بعد ان تین چار ماہ میں میں جاب وغیرہ میں بہت مصروف تھا۔"

"ہوں۔ اس کا کیس کیسا جا رہا ہے؟"

"وکیل سے ملا تھا' وہ تو امید دلا رہا ہے کہ چند ماہ میں ان کو بری کروا لے گا' ہے نا؟" قدرے امید سے ہاشم کو دیکھا۔ وہ زبردستی مسکرا دیا۔

"بالکل۔" اور دونوں آگے بڑھتے آئے۔

ڈرائنگ روم میں روشنیوں کی برسات تھی گویا۔ فانوس' میز کی موم بتیاں' سب جل رہا تھا۔ سربراہی کرسی پہ اورنگ زیب کاردار براجمان تھے۔ دائیں ہاتھ پہ جواہرات تھی' اور بائیں ہاتھ کی پہلی کرسی خالی تھی۔ ہاشم نے وہی کرسی سنبھالتے ہوئے' اورنگ زیب کی سیدھ میں دوسری سربراہی کرسی پہ بیٹھی حنین کو دیکھا' جس کو وہ زمر کے حادثے کے بعد' یعنی ڈھائی سال بعد اب دیکھ رہا تھا۔ اس کی عینک' ماتھے پہ کٹے اور باقی ہیر بینڈ لگے کھلے بال ویسے ہی تھے' البتہ قد کافی لمبا ہو گیا تھا اور اعتماد پہلے سے بڑھ گیا تھا۔

"مبارک ہو حنین!" مسکرا کر کہتے ہوئے وہ فوراً نیپکین پھیلانے لگا'اسے معلوم تھا حنین کڑوے منہ سے "تھینکس" کہہ کر رخ پھیر لے گی اور ایسا ہی ہوا۔ وہ علیشاوالا بغض ابھی تک دل میں رکھے ہوئے تھی۔

"آپ اپنے چھوٹے بیٹے کو نہیں لائیں؟" سعدی بھی بیٹھ گیا تو جواہرات گردن موڑ کر ساتھ بیٹھی ندرت سے پوچھنے لگی۔

"اس کے دوست کی سالگرہ تھی' اس کو وہاں ڈراپ کر کے ہم آئے ہیں۔" ندرت پھیکا سا مسکرا دیں۔ ان کے مقابل بیٹھی شہرین سب سے بے نیاز موبائل پہ بٹن دبا رہی تھی۔ ساتھ موجود نوشیرواں بے زار لگ رہا تھا گویا زبردستی بٹھایا گیا ہو۔

"تم باہر پڑھنے کیوں نہیں جاتیں'ہوں؟" اورنگ زیب نے اپنی سیدھ میں بیٹھی حنین کو مخاطب کیا۔

ملازم اب آخری لوازمات میز پہ رکھ رہے تھے۔

"ماسٹرز کے لیے باہر جاؤں گی۔" وہ اشتہا انگیز چیزوں کو نہ دیکھنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔

"اوکے!کھانا شروع کرتے ہیں۔ حنین تم شروع کرو۔" اورنگ زیب نے اسے اشارہ کیا۔ وہ لمحے بھر کو رکی۔ امریکی ڈرامے یاد کرنے کی کوشش کی۔ یہ گورا ٹائپ لوگ کھانے کے شروع میں کیا کرتے ہیں؟ ٹوسٹ؟ گریس؟

"حنین کو بہت اچھا قرآن آتا ہے۔ ترجمے کے ساتھ۔" سعدی نے کھنکار کر اسے دیکھا' وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"حنہ!تم تھوڑا سا قرآن سنا دو اور پھر کھانا شروع کرو۔"

حنین نے پہلے سعدی کو دیکھا' پھر اورنگ زیب سمیت منتظر نظروں سے اسے تکتے لوگوں کو۔

"آہم۔ اوکے۔ ایک آیت پڑھ دیتی ہوں۔" اس نے دوپٹا سر پہ جمایا' ایک خفا نظر بھائی پہ ڈالی اور بظاہر مسکرا کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سورۃ المرسلٰت میں'

کلووا شربو ھنیاء بما کنتم تعملون۔" (کھاؤ اور پیو خوب مزے سے بوجہ اس کے جو اعمال تم نے کیے ہیں۔) صدق اللہ العظیم۔" چہرے پہ دونوں ہاتھ پھیرے۔ اورنگ زیب کو ترجمہ معلوم نہ تھا'بس سرہلا کر "ہوں گڈ" کہا اور کھانے کا آغاز کرنے لگے۔

حنین نے مسکراتی آنکھیں گھما کر بھائی کو دیکھا' جو ضبط سے اف کر کے رہ گیا۔(آیات بھی اپنے مطلب کی یاد تھیں کٹو بیگم کو!) مگر اس کے اف سے بے نیاز وہ ڈشز میں سے چن چن کر چیزیں اپنی پلیٹ میں بھر رہی تھی۔

کھانے کے درمیان میں ہی شیرو کرسی دھکیل کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اورنگ زیب نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا تو وہ "میں سیر ہو چکا ہوں" کہہ کر لاؤنج کی طرف چلا گیا۔ سعدی نے رک کر اسے دیکھا۔ اس نے جاتے جاتے بھی ایک اکتائی ہوئی نظر سعدی پہ ڈالی تھی۔ سعدی کی نظریں جھکیں۔ شیرو کی پلیٹ میں ذرا سا سلاد تھا وہ بھی اس نے آدھا کھایا تھا۔ ان دونوں کی آخری دفعہ بات کب ہوئی تھی۔ اسے یاد بھی نہ تھا۔

"اور آج کل تم کیا دیکھ رہی ہو؟"

اورنگ زیب کے سوال پہ سعدی نے بے اختیار جیب میں ہاتھ ڈالا' شاید روئی کا کوئی گولا مل جائے جسے وہ کان میں ٹھونس سکے۔ کیونکہ ابھی کوریا نامہ شروع ہونا تھا۔ حنین نے تسلی سے منہ میں موجود نوالہ ختم کیا اور پھر وہ شروع ہوئی۔

"میرے نزدیک دنیا کا بہترین ڈراما ساؤتھ کوریا میں بنتا ہے' کورین فلمیں بھی زبردست ہیں مگر کورین ڈرامے اور ان کے اداکار' ان کی کہانیاں' کیا بات ہے۔ پچھلے ایک سال میں' میں نے ایک سو گیارہ کورین ڈرامے اور فلمیں دیکھی ہیں' پچاس فلمیں اور اکسٹھ ڈرامے۔ Lee Min Ho میرا فیورٹ ہے' اور اس کا ڈرامہ سٹی ہنٹر...." میری اینجیو لا کر میز کے وسط میں croquembouche رکھ رہی تھی۔ گول گول بالز کا مینار۔ حنہ کا دل چاہا' جلدی سے چند گیندیں توڑ لے مگر.... اخلاقیات! اونہہ۔

"ایک سو گیارہ فلمیں اور ڈرامے دیکھنے کے باوجود تم نے بورڈ کیسے ٹاپ کیا؟" ایک ٹکڑا توڑتے ہاشم نے یونہی پوچھا تو حنین نے چونک کر اسے دیکھا' پھر چہرے پہ ناپسندیدگی پھیل گئی۔

"میں بہت کچھ ایک ساتھ کرنے میں ماہر ہوں ہاشم بھائی!"

ہاشم کندھے اچکا کر کھاتا رہا۔ شہرین بس پلیٹ کو دیکھتی کھا رہی تھی۔ جواہرات مضطرب مگر مسکراتی نظروں سے بار بار لاؤنج کی سمت دیکھتی جہاں شیرو غائب ہوا تھا۔ سوائے سعدی کے' وہ کسی کی بات کا اچھے دل سے جواب نہیں دے رہی تھی۔ شیرو اور اورنگ زیب کا کسی نہ کسی بات پہ روز جھگڑا ہونا معمول بن گیا تھا۔ صبح بھی نئی گاڑی لینے کی فرمائش پہ اسے جھاڑ پڑی تھی۔ اور پھر سعدی کو برداشت کرنا۔ اس کا جینا محال ہو چکا تھا۔

کھانے کے بعد سب لاؤنج میں آبیٹھے تو وہ وہاں سے بھی اٹھ گیا۔ ٹی وی چلتا رہا' آوازیں' باتیں۔ اورنگ زیب صاحب کی کوئی کال آگئی' وہ اٹھ کر باہر گئے تو سعدی کے ساتھ صوفے پہ بیٹھی ندرت نے آہستہ سے سرگوشی کی۔

"کیا تم نے ہاشم سے فارس کے کیس کی بات کی؟"

"ان کا وکیل کر تو رہا ہے نا امی! اب اور کیا کرے۔"

"کیا کر رہا ہے وکیل؟ ڈھائی سال سے چند ماہ کی رٹ لگا رکھی ہے' ایسے تو اگلے پانچ سال گزر جائیں گے اور فارس باہر نہیں آئے گا۔" وہ اس کو شکوہ کناں نم آنکھوں سے دیکھ کر بولیں تو سعدی نے خفگی سے ان کو دیکھا۔

"تو میں کیا کروں امی! ہاشم بھائی وکیل کو پیسے دے رہے ہیں' اب تاریخ نہیں ملتی اگلی پیشی کی تو ہم کیا کریں۔"

"تم سعدی اپنے ماموں کو بھولتے جا رہے ہو۔ تم سب اپنی زندگی میں مگن ہو کر اس کو اس کے حال پہ چھوڑ چکے ہو۔"

"امی!" اس کا دل دکھ گیا۔ "ایسا نہیں ہے۔ میں نے جاب شروع کی ہے' چھ بجے تو گھر آتا ہوں' اتنے کام ہیں' میں پھر کر بھی کیا سکتا ہوں؟"

ندرت نے جواب نہیں دیا۔ آنکھ کا کنارہ پونچھتی' خاموش ہو کر بیٹھ گئیں۔ سعدی نے بھی رخ پھیر لیا۔

(اب وہ اور کیا کرے؟ وہ وکیل تو نہیں ہے نا' پر امی کو سمجھ ہی نہیں آتی۔) اس نے چڑ کر سوچا۔ (امی کو تو ہر وقت ایک ہی سوچ پریشان کیے رکھتی ہے کہ.....) اسی وقت ندرت بڑبڑائیں۔

"پتا نہیں وہ اس وقت کس حال میں ہوگا؟ کھانا بھی کھایا ہوگا یا نہیں؟ نہ جانے کتنے ظلم کر رہے ہوں گے پولیس والے اس پر۔"

(بالکل! یہی سوچ!) وہ تنگ کر رخ پھیر گیا۔ شہرین اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اس نے دیکھا تو وہ کسی اور جانب دیکھنے لگی۔ ندرت ہنوز وہی سوچ رہی تھیں فارس..... اس مظلوم کا اس وقت کیا حال ہوگا؟

☼ ☼ ☼

قصر عمر گواہی دے گا کیسے کیسے کرب سے
کیسی کیسی رت گزری ہے ہم پر اتنے سالوں میں

جیل کے برآمدے میں مدھم بتیاں جل رہی تھیں' پہرے دار اسی حوالاتی کوٹھڑی کے باہر جمع تھے' اور وہ اندر کھڑا' سفید کرتے کی آستین موڑے' سلاخیں پکڑے' غصے سے اونچا اونچا کہہ رہا تھا۔

"اے سنگل پسلی! بات دماغ میں فٹ کر لو' آئندہ اس طرف سے....." (کنارے والے کمروں کی طرف اشارہ کیا) "اشرف چیمہ کا کوئی بندہ ادھر آیا نا تو اپنے قدموں پہ واپس نہیں جائے گا۔" جواب میں اس سیل سے موٹی مونچھوں والے اشرف چیمہ نے چلا کر کچھ کہا تو وہ اور بھی بھڑک گیا۔

"اس کو چپ کرا لو محمد دین! ورنہ آج یہ میرے ہاتھوں نہیں بچے گا۔"

"اچھا بس کر دے تو ہی چپ ہو جا....."

"میرے گروپ کے بندے اس کے باپ کے ملازم نہیں ہیں' جو اس کے حصے کی مشقت کریں' تم اس کو

آخری دفعہ سمجھا دو‘ ورنہ.....“ شور اب بلند ہوتا جا رہا تھا‘ پھر بمشکل سپاہیوں نے آکر معاملہ رفع دفع کرایا۔

فارس ہونہہ کرتا سر جھٹکتا واپس زمین پہ آبیٹھا۔ اس تاریک کمرے میں۔

دوسرے کونے میں کوئی اور بھی بیٹھا تھا۔

”فارس بھائی! یہ سپاہی آپ لوگوں سے ڈرتے کیوں ہیں؟“

”ہم چھوٹ کر چلے جائیں گے‘ یہ یہیں ڈیوٹی دیتے رہیں گے‘ اصل قیدی تو یہی ہیں۔“ وہ بےزاری سے بولا‘ پھر تیکھی نظروں سے اس لڑکے کو دیکھا جس کا چہرہ تاریکی میں تھا۔

”اپنے حصے کا کام وقت پہ ختم کیا کرو‘ تمہارے باپ کی جیل نہیں ہے یہ۔“

”یو نو! میرے ایک قیدی کی حیثیت سے بھی بہت رائٹس ہیں جن کی وائلیشن کے جرم میں میں گورنمنٹ آف پاکستان کو Sue کرسکتا ہوں اور جب سے میں ادھر آیا ہوں‘ میرا ایک بھی رائٹ پورا نہیں کیا گیا۔“ وہ بہت سنجیدگی سے کہتے ہوئے آگے کو ہوا تو چہرا روشنی میں آیا۔ وہ خوش شکل نوجوان تھا۔ بال نو عمر لڑکوں کی طرح ماتھے پہ کٹے تھے اور آنکھوں میں لاپروائی تھی۔

”جاگ جاؤ۔ بیٹا! یہ پاکستان ہے!“

”پتا ہے۔ مگر جتنا وقت آپ جیل میں جھگڑوں اور گروہ بندی پہ لگاتے ہیں نا‘ اگر اتنا اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھانے پہ لگا دیتے تو۔“ وہ سمجھانے والے انداز میں بولا۔

”اپنے کام سے کام رکھو۔ زیادہ اسٹیپنی نہ ہو۔“ وہ چڑ کر رخ پھیر گیا۔

”ویسے آپ نے یہ دونوں قتل کیے تھے؟“ کچھ دیر بعد وہ دلچسپی سے پوچھنے لگا۔ فارس نے مڑ کر ترشی سے اسے گھورا۔

”پچھلے چھ گھنٹے سے کتنی دفعہ پوچھ چکے ہو‘ میں بار بار بتانے کا پابند نہیں ہوں۔ تم بتاؤ‘ کس جرم میں آئے ہو؟“ کڑے انداز میں نئے سیل میٹ کی تفتیش شروع کی‘ جو آج کے جھگڑے کے باعث ابھی تک ہو نہیں سکی تھی۔

”میں.....“ اس نے بےپروائی سے سامنے کے بال ہٹائے۔ ”کریڈٹ کارڈ فراڈ کے جرم میں۔ حوالاتی قیدی ہوں۔ کیس عدالت میں چل رہا ہے۔“

”تو تم نے جرم کیا تھا؟“

”کیا تو تھا۔“ وہ چڑانے والے انداز میں مسکرایا۔

”لگ بھی رہا ہے۔ پراسیکیوٹ کون کر رہا ہے؟“ یہ سوال وہ اکثر پوچھا کرتا تھا۔

”وہ جو پورے کورٹ میں سب سے سڑی ہوئی پراسیکیوٹر ہے۔ زمر یوسف۔“ اس نے منہ بنایا۔

فارس خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

”تمہارا وکیل اس کے مقابلے میں کیس جیت جائے گا؟“

”ہاں۔ ایسا ویسا..... ہاشم کاردار ہے میرا وکیل۔“ اس نے کالر جھاڑے۔ فارس چونکا۔

”اس کو دینے کا پیسہ کہاں سے آیا؟ شکل سے تو تم یتیم خانے سے بھاگے لگتے ہو۔“

”وہ میں‘ اصل میں اورنگ زیب کاردار کا کمپین منیجر رہا ہوں‘ اس لیے انہوں نے زبردستی ہاشم کو میرا وکیل مقرر کر دیا ہے۔“ احمر شفیع ہنس کر بولا۔ فارس نے چونک کر اسے دیکھا۔

”تو تم اورنگ زیب کاردار کے لیے کام کرتے تھے؟“

”جی۔ آپ کے ماموں کے لیے۔ اور نہیں‘ میں اتفاق سے آپ کے سیل میں نہیں آیا۔ ہاشم نے مجھے ادھر بھجوایا ہے‘ تاکہ میں آپ کا خیال رکھ سکوں۔“ فارس نے جواباً تیز نظروں سے اسے گھورا۔

”خیال رکھ سکو یا نظر؟“

”ظاہر ہے نظر۔“ وہ لاپروائی سے ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ باہر اندھیرے میں مدھم جلتی بتیوں میں پہرے دار ٹہلتے نظر آرہے تھے۔

”کیا کرتے تھے ماموں کے لیے؟“ وہ اس لڑکے کو مسلسل چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"الیکشن اسٹریٹیجی، کمپین مینجمنٹ، پبلک امیج کنسلٹنگ وغیرہ۔"

"یعنی ان کو ایڈوائز کرتے تھے۔ کبھی جیل میں سڑتے بھانجے کو نکلوانے کا مشورہ نہیں دیا؟"

"وہ۔" احمر نے کھسیانے انداز میں ٹھوڑی کھجائی۔ "وہ تو مدد کرنا چاہ رہے تھے آپ کی مگر۔"

"مگر؟" وہ چونکا۔

"دیکھیں ان کے الیکشن کے لیے یہ اچھا نہیں تھا، سو میں نے مشورہ دیا کہ۔۔۔ وہ خود کو لاتعلق کرلیں آپ سے۔۔۔ بھئی وہ میرے کلائنٹ تھے، مجھے ان ہی کا فائدہ دیکھنا تھا نا۔" وہ جلدی جلدی وضاحت دے رہا تھا اور فارس ایک دم سے اٹھ کر بیٹھا، بس نہیں چلتا تھا کہ اس کی گردن مروڑ دے۔

"تو یہ نیک مشورے دینے والے تم تھے؟" ضبط بھری کڑی نظروں سے اسے گھورا۔ "یوں کرو، اپنا سامان سمیٹ لو، اور صبح کسی اور سیل میں اپنی شکل گم کرلینا۔ یہاں نہیں رہو گے تم۔" درشتی سے کہتے ہوئے وہ اٹھ کر دور چلا گیا۔

احمر نے معصومیت سے گردن سینے پہ گرادی۔

"سچ بولنے کا تو زمانہ ہی نہیں رہا۔"

☆ ☆ ☆

سب سخن، اس لب سخن کے اسیر
سارے موسم گلاب ہیں جیسے

اورنگ زیب کال سن کر آگئے تھے۔ لاؤنج میں سوائے خاموش بیٹھی ندرت کے سب باتیں کر رہے تھے۔ حنین اور سعدی، ہاشم کی سیاست کے موضوع پہ کی گئی کسی بات پہ بحث کر رہے تھے۔ اورنگ زیب آکر بیٹھے تو حنین پوچھنے لگی۔

"کیا آپ نے وہ تمام ڈرامے دیکھے جن کے لنکس میں نے آپ کو میل کیے تھے؟"

"اتنا وقت نہیں ہوتا میرے پاس۔ ہاں، دس پندرہ سال بعد کبھی فرصت ملی تو دیکھوں گا۔"

"ویسے اگر آپ نے "کے" ڈرامے (کورین ڈرامے) نہیں دیکھے۔ کے پوپ نہیں سنا تو کچھ دیکھا سنا نہیں ہے۔"

"کیا تمہیں سارے کورین ایک جیسے نہیں لگتے؟ ایک ہی چائنیز شکل والے؟" اور ان کے اس سوال پہ حنین حسب معمول جذباتی ہوگئی۔

"ہم ساری قوموں کا یہی مسئلہ ہے۔ ہمیں دوسری قوم والے ایک جیسے لگتے ہیں۔ سیاہ فام بھی ایک سے اور چائنیز بھی ایک سے۔ ورنہ وہ بھی اتنے ہی مختلف ہوتے ہیں جتنے ہم۔ اور خوب صورت بھی بہت ہوتے ہیں۔"

حنہ بولے جارہی تھی۔ ہاشم آہستہ سے اٹھ کر کچن کی طرف آگیا۔ کچن گھر کے آخری کونے میں تھا۔ وہاں سینٹر ٹیبل پہ نوشیرواں کھانا کھا رہا تھا۔ میری اینجیو قریب کھڑی تھی۔ ہاشم نے چوکھٹ میں کھڑے تھکی ہوئی سانس بھری۔ شیرو نے چونک کر اسے دیکھا پھر شرمندگی سے پلیٹ پرے کی۔

"کھاؤ، شاباش، میں منع تو نہیں کرنے آیا۔" مگر وہ ٹشو سے ہاتھ صاف کرتے بڑبڑایا۔

"نہیں نہیں کرسکتا اس کو برداشت۔ اور آپ لوگ اس کو فیملی سمیت مدعو کرلیتے ہیں۔"

ہاشم نے میری کو اشارہ کیا۔ وہ باہر نکل گئی۔ پھر وہ قدم قدم چلتا اس کے قریب آکھڑا ہوا۔

"تمہیں ابھی تک یہی غصہ ہے کہ اتنے سال پہلے اس نے تمہاری شکایت ممی کو کیوں لگائی؟"

"کیا نہیں ہونا چاہیے؟" وہ بگڑا۔

"کیا تم نے پھر ڈرگز لیں؟"

"نہیں تو۔"

"اور ڈرگز نہ لینے سے تمہاری تعلیم پہ اچھا اثر پڑا، آج تم ایک کامیاب انسان بن چکے ہو۔ اس نے تمہارے لیے ایک اچھا کام کیا، اور تم ناراض ہو؟"

نوشیرواں کے تنے اعصاب ذرا ڈھیلے پڑے۔ "وہ تو ٹھیک ہے مگر۔"

"مگر یہ کہ شیرو! کیا یہ وہی سعدی نہیں ہے جس نے تمہاری جان بچائی تھی، تمہیں بروقت اسپتال لے

جا کر؟"
نوشیرواں چپ ہو گیا۔
"اب اس ناراضی کو بھول جاؤ۔"
"کیسے بھول جاؤں؟ پانچ سال اس ٹینشن میں گزارے کہ میری ہر موومنٹ کو وہ مانیٹر کر رہا ہے۔ جو ممی نے میری بے عزتی کی۔ اس کے بعد کتنا عرصہ وہ مجھ سے مجرموں کی طرح سوال جواب کرتی رہیں اور۔"
"تمہارا اس سے کسی لڑکی پہ جھگڑا تو نہیں ہے؟" ہاشم نے مسکراہٹ دبا کے پوچھا۔ اس کا موڈ مزید بگڑ گیا۔
"اتنا لوزر لگتا ہوں میں آپ کو؟" (اور یہ شکر تھا کہ گئے برسوں میں ایک لڑکی کے منگیتر سے پڑنے والی مار کی بھنک ہاشم کو نہیں پڑی تھی۔ جب وہ مار پڑی تھی تو سعدی سامنے بیٹھا کیفے میں کافی پی رہا تھا۔ اف!)
"چلو پھر موڈ ٹھیک کر لو۔ لاؤنج میں اس کی وہ تیز طرار بہن پھر سے بولنا شروع ہو چکی ہے۔ اس کو برداشت کرنے کے لیے مجھے تمہاری مدد چاہیے۔"
نوشیرواں سر جھٹک کر ہنسا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں باہر نکلے تو راہداری میں میری کھڑی 'ایک فلپینو لڑکی کو کچھ سمجھا رہی تھی۔ وہ نروس' مگر ذہین سی لگتی لڑکی تیز تیز سر ہلائے جا رہی تھی۔ ہاشم نے سوالیہ نظروں سے میری کو دیکھا۔
"سر! یہ فینو نا ہے۔ فی۔ او۔ نا۔" توڑ توڑ کر اس کا نام ادا کیا۔ "یہ نئی ملازمہ ہے۔ مسز جواہرات نے رکھی ہے۔ آج سے جوائن کیا ہے اس نے۔"
"ہوں۔" وہ ایک اچٹتی نظر اس پر ڈالتا آگے نکل گیا۔ شیرو نے تو اسے دیکھا بھی نہیں۔
اندر جب حنین' اورنگ زیب سے بات کر رہی تھی تو شیریں مسلسل سعدی کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر جواہرات سامنے بیٹھی تھی اور اس کے سامنے شیریں خود کو سعدی سے لاتعلق ظاہر کرتی تھی' سو خاموش رہی۔
ہاشم اور نوشیرواں واپس آئے تو حنین کا ڈرامہ نامہ ابھی تک جاری تھا۔
"بیٹا! آپ کو پتا ہے' شیرو کل تائیوان جا رہا ہے۔ ابھی آپ کسی تائیوانی ڈرامے کی بات کر رہی تھیں نا۔" ہاشم نے مسکراتے ہوئے اسے ٹوکا اور سامنے صوفے پہ بیٹھا۔ حنین کی چلتی زبان رکی' سر گھما کر شیرو کو دیکھا۔
"تائیوان میں کیا رکھا ہے؟ جانا ہے تو ساؤتھ کوریا جائیں۔"
"آفس کے کام سے جا رہا ہوں۔" شکایتی نظر باپ پہ ڈالی۔ "کوریا کئی دفعہ جا چکا ہوں پہلے۔"
"تو دوبارہ چلے جائیں۔ میرے لیے Kimchi لے آیئے گا۔" وہ پرجوش سی ہو کر کہنے لگی۔ سعدی نے تنبیہی نظروں سے اسے گھورا مگر وہ متوجہ نہیں تھی۔ اکھڑے اکھڑے سے بیٹھے شیرو نے کندھے اچکائے۔
"ہاں وہاں بھی ایک دو دن کے لیے چلا جاؤں شاید۔ لے آؤں گا۔"
"واؤ۔ یو آر لکی۔" آگے پیچھے نوشیرواں جیسے لوزر کو لفٹ نہ کرانے والی حنین بے اختیار ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئی۔
ندرت ہنوز خاموش بیٹھی تھیں۔ ان کو اس ڈنر میں کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

کچھ بھی کہو' سب اپنی اناؤں پر اڑے ہیں
سب لوگ یہاں صورت اصنام کھڑے ہیں

اس سرد سی رات جب فارس اپنے نئے ساتھی قیدی کو سخت سست سنا کر پرے لیٹ چکا تھا اور ندرت قصر کاردار میں عدم دلچسپی سے بیٹھی تھیں۔ ان سب سے دور' یوسف صاحب کے گھر میں صداقت بھاپ اڑاتی کافی زمر کے سامنے رکھ رہا تھا۔
دفعتاً" سربراہی جگہ پہ بیٹھے بڑے ابا ذرا کھنکھارے۔ وہ باسی اخبار دیکھتے ہوئے چونکی' نظر اٹھا کر ان کو دیکھا۔

"کس بات کی تمہید باندھنا چاہ رہے ہیں؟"

"وہ۔ فارس کے کیس کی سماعت اس مہینے ہے نا؟"
اس ذکر پہ اس کے ابرو تن گئے۔ واپس اخبار دیکھنے لگی۔

"آپ یہ ظاہر کرنا چاہ رہے ہیں کہ لاؤنج کی میز پہ رکھا سمن آپ نے نہیں دیکھا جس میں مجھے پیش ہونے کے لیے کہا گیا ہے؟"

"زمر!" وہ بے بسی سے آگے کو ہوئے۔ "کیا تم اس کے خلاف گواہی دو گی؟"

"جو سچ ہے' وہی کہوں گی۔" وہ اخبار پڑھتی رہی۔

"ڈھائی سال ہو گئے اس بات کو' تم ایک دفعہ بھی اس سے نہیں ملیں۔ اس کی بات تو سن لو۔"

"میں جج ہوں' نہ پراسیکیوٹر' نہ ڈیفینڈر۔ میں صرف ایک گواہ ہوں۔ اپنی بات وہ عدالت میں کہے۔ مجھ سے کیوں امید رکھتا ہے؟"

"سعدی سے تو مل لیا کرو۔" انہوں نے ایک اور کوشش کی۔

"وہ میری موجودگی میں گھر آتا تو مل لیتی۔ نہیں آتا تو میں کیا کروں؟"

"وہ تو تمہارا سعدی ہے' ہمارا سعدی۔ اس کا کیا قصور ہے؟"

"جب مجھے اس کی ضرورت تھی' وہ وہ میرے ساتھ نہیں کھڑا تھا۔ اسپتال میں رشتہ داروں کی لعن طعن کے وہ تکلیف وہ دن' وہ راتیں جب میں درد کی شدت سے بیدار ہو جاتی تھی' میں نے کیسے گزارے' مجھے یاد ہے۔ اب مجھے اس کی ضرورت نہیں رہی۔ میں اکیلی ٹھیک ہوں۔" صفحہ پلٹ کر اندرونی طرف سامنے کی۔ چہرے پہ سنجیدگی اور سپاٹ پن تھا۔ وہ افسوس سے اسے دیکھے گئے۔

"کیا تمہیں اپنی گواہی پہ خود یقین ہے؟"

"نہ ہوتا تو کبھی گواہی نہ دیتی۔ اور رہی گواہی تو وہ میں پچھلی پیشی پہ دے چکی ہوں۔ اس دفعہ مجھے صرف کراس ایگزامن کرنے کے لیے بلایا جا رہا ہے۔"

ساتھ ہی مگ اٹھا کر گھونٹ بھرا۔

"ندرت کو ٹرپل ویسل (دل کی نالیوں کی) بیماری ہو گئی ہے۔ اس کا دل ٹھیک کام نہیں کرتا۔ اگر فارس کو سزا ہو گئی تو وہ صدمے سے مر جائے گی۔"

"یہ فارس کو مجھ پہ گولی چلانے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔" دوسرا گھونٹ بھر کر مگ واپس رکھا۔ نگاہیں اخبار پہ نیچے کی سمت دوڑائی گئیں۔ ناک کی لونگ دمک رہی تھی۔

"سعدی کے گھر ہی چلی جایا کرو۔"

"ضروری کام ہوا تو چلی جاؤں گی۔ ناراض تھوڑی ہوں میں اس سے۔" ساتھ ہی اس کا فون بجا۔ وہ بات کرنے میں مصروف ہو گئی اور بڑے ابا اپنی ادھوری چائے کو دیکھے گئے۔

آج تو چائے کے ساتھ' بات بھی ادھوری رہ گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

ہم نہ کہتے گھر جاؤ گے
کس جگہ پہنچے ہو آخر دیکھو

(یہ حنین کو دیے جانے والے ڈنر سے چار روز بعد کا ذکر ہے۔)

رات کا اندھیرا ہر سو پھیلا تھا۔ سردی مزید بڑھ گئی تھی۔ چھوٹے باغیچے والے گھر میں سعدی کے کمرے میں اندھیرا تھا۔ وہ کمبل تانے گہری نیند سو رہا تھا۔ یکایک وہ ذرا سا ہلا۔ پھر کمبل ہٹایا تو بکھرے بال اور چہرہ واضح ہوا۔ وہ اچنبھے سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ دماغ اتنا سویا ہوا تھا کہ فوری طور پر سمجھ میں نہ آیا کہ یہ آواز کدھر سے آ رہی تھی' زوں زوں۔

اس نے تکیہ ہٹایا۔ نیچے دبا موبائل بج رہا تھا۔ آہ... وہ نیند سے کراہا۔ موبائل اٹھایا۔ رات کے ڈیڑھ بجے اور انجان نمبر۔ اکتا کر اس نے فون کان سے لگایا۔

"ہیلو؟" آواز بھاری اور نیند میں ڈوبی نکلی۔

"سعدی! ابھی اسی وقت میرے گھر آ سکتے ہو؟"

اس کی نیند میں ڈوبی آنکھیں ذرا سی کھلیں۔ "کو... کون ہے؟"

"سعدی! اٹھو اور میری بات سنو۔" ذرا زور سے کہا گیا تو وہ چونک کر اٹھا۔

"ہاشم بھائی! خیریت؟" حیرت سے آنکھیں ملیں۔ ٹیبل لیمپ جلایا۔ گھڑی روشن ہوئی۔ ڈیڑھ بجے۔

"ابھی اسی وقت میرے گھر آؤ اپنی بہن کو لے کر۔ ٹریفک نہیں ہوگا' بیس منٹ لگیں گے۔ تم دونوں آؤ اور سنو! اکیسواں منٹ نہیں ہونا چاہیے۔" اس کا لہجہ انداز... سعدی فکر مند ہو گیا۔

"مگر ہوا کیا ہے؟"

"تم ابھی تک بستر سے نہیں نکلے کیا؟ جلدی کرو یار! میں انتظار کر رہا ہوں۔" اور فون بند ہو گیا۔ وہ حیران و پریشان سا بیٹھا رہ گیا' پھر تیزی سے بستر سے نکلا۔ دو' تین منٹ بعد وہ منہ پہ چھینٹے مار' کپڑے بدل کر جیکٹ پہنے' کار کی چابی اٹھائے باہر آیا تو لاؤنج سے آوازیں آ رہی تھیں۔ معلوم تھا وہ جاگی ہوئی ہوگی۔

کمپیوٹر کے سامنے کرسی پہ پیر اوپر کر کے بیٹھی' ہیڈ فون چڑھائے' ہنستے ہوئے اسکرین کو دیکھتی' ساتھ پیالے سے پاپ کارن اٹھا کر منہ میں رکھتی' حنین روز رات گئے تک یوں ہی پائی جاتی تھی۔ آہٹ پہ وہ چونکی' پھر بھائی کو آتے دیکھ کر پُرجوش سی بتانے لگی۔

"پتا ہے' سوپر جونیئر (کوریا کا ایک بینڈ) ایک شو میں آئے ہوئے ہیں اور ان کے لوگ اپنے مسئلے بتا رہے ہیں' جیسے ایک لڑکے کا دوست سانپ اور بچھو کھانے لگ گیا ہے تو وہ..." سعدی نے آگے آ کر کمپیوٹر کی تار کھینچی۔

"سوئیٹر پہنو اور باہر آؤ' میں کار میں انتظار کر رہا ہوں۔"

"ہا..." وہ ہکا بکا رہ گئی۔ پھر غصے سے ہیڈ فون اتارے۔ "اتنی مشکل سے ویڈیو ڈاؤن لوڈ کی تھی اور..."

"حنین! جلدی کرو' کوئی وجہ ہے تو کہہ رہا ہوں نا۔" سختی سے کہہ کر وہ باہر نکل گیا۔ کار اسٹارٹ کی تو وہ بھی آ ہی گئی۔ گرین لمبا اوور کوٹ پہنے۔ (جو تھا تو ایل شاپ کا' مگر امی کی تاکید تھی کہ ہر ایک کو کہنا ہے' سارہ لندن سے لائی ہے۔) اندر سوئیٹر۔ گردن کے گرد دوپٹا اور بال ہیر بینڈ لگا کر کھلے چھوڑے' چہرے پہ ڈھیروں ناراضی لیے۔ چپ چاپ فرنٹ سیٹ پہ آ بیٹھی۔ سعدی خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا۔ پھر حنین نے اپنے اور امی کے مشترکہ موبائل پہ گانا آن کر لیا۔

ساتھ میں سر دھننے لگی۔

"بند کرو اس سوپر جونیئر کے ماماشیتا کو۔"

"یہ ماماشیتا نہیں ہے' سٹی ہنٹر کا گانا ہے۔ اس میں Lee Min Ho آتا ہے۔ پتا ہے' اس کے باپ کو گورنمنٹ نے مار دیا ہوتا ہے تو وہ کئی سال بعد انتقام لینے کوریا کے صدر کا سیکورٹی آفیسر تعینات ہو جاتا ہے... اور..."

پھر رکی... "ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"ہاشم بھائی نے بلایا ہے' کوئی مسئلہ ہے۔"

وہ حیران رہ گئی۔ "تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟ کیا ہاشم بھائی خود ہر مسئلہ سنبھال نہیں لیا کرتے؟" اس کی نقل اتار کر سر جھٹکا۔

"میرا خیال ہے دنیا میں ابھی کچھ ایسے بھی مسئلے ہیں جنہیں وہ نہیں سنبھال سکتے۔" سعدی نے گہری سانس بھر کر شانے اچکائے۔

جب وہ کاردار قصر کے اندرونی دروازے میں داخل ہوئے تو ہاشم سامنے ہی کھڑا تھا۔ سیاہ ٹراؤزر پہ گرے ٹی شرٹ پہنے وہ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ انہوں نے شاید پہلی دفعہ اسے ٹی شرٹ میں دیکھا تھا۔

"اوپر میرے کمرے میں جاؤ' میں آ رہا ہوں۔" اس نے سعدی کو اشارہ کیا۔ اس کا حلیہ' ساتھ ہی مصروف مگر پریشان انداز... اور پھر پلٹ کر لاؤنج میں پریشانی سے ٹہلتی' کچھ بولتی جواہرات۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا تم اتنی دیر کیوں کر رہے ہو ہاشم! ان کو پیسے دو اور میرے بیٹے کو واپس لاؤ۔" دبا دبا غراتی وہ رکی۔ دونوں بہن بھائی کو دیکھ کر جھٹکا لگا۔

"ان کو بلانے کی کیا ضرورت تھی؟"

سعدی' حنین کا ہاتھ تھامے فوراً "اوپر لے آیا۔ ہاشم کے کمرے کا دروازہ کھولنے سے قبل انہوں نے

نیچے ہاشم کو کہتے سنا۔

"ممی! آپ آرام سے بیٹھ جائیں' میں کر رہا ہوں نا۔" اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھے وہ سمجھا رہا تھا۔ دروازہ بند ہوا تو آوازوں کا رستہ رک گیا۔

اندر کمرے کی ساری بتیاں خود بخود جل اٹھیں۔ وہ دونوں خاموش اور غیر آرام دہ سے کاؤچ پہ جا بیٹھے۔ میز پہ ہاشم کا لیپ ٹاپ رکھا تھا۔ وہ آن تھا' مگر اسکرین اسٹینڈ بائی پہ تھی۔ سیاہ تاریک۔

"یہ کیا ہو رہا ہے بھائی؟"

"کوئی مسئلہ ہے ان کے گھر میں۔۔۔" اور تب ہی وہ عجلت سے دروازہ کھولتا اندر آیا۔ سامنے میز کے کنارے آبیٹھا۔ حنین کے بالکل سامنے۔ سعدی کو دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔

"حنین' بچے! اب جو میں پوچھوں مجھے سچ سچ بتانا۔"

حنین نے نا سمجھی سے اسے دیکھا اور پھر سعدی کو۔

"جی؟"

"کیا تمہارا علیشا سے کوئی کانٹیکٹ ہے؟"

"نہیں۔"

"تم سچ کہہ رہی ہو؟" ہاشم نے اس کو غور سے دیکھتے پوچھا تو حنین کے ابرو تن گئے۔

"میں آپ سے ڈرتی نہیں ہوں' جو جھوٹ بولوں گی۔ نہ اس سے رابطہ رکھنے کے لیے مجھے آپ کی اجازت چاہیے۔"

"حنین۔" سعدی نے اسے تادیبی انداز میں پکارا۔ مگر وہاں کہاں اثر ہونا تھا۔

"او کے۔۔۔ مگر کیا تم جانتی ہو' وہ ابھی کہاں ہے؟ یا معلوم کر کے بتا سکتی ہو؟"

"مگر ہوا کیا ہے؟"

ہاشم نے گہری سانس لی' ترچھے ہو کر لیپ ٹاپ کی کیز کو چھوا۔ اسکرین روشن ہوئی۔

"شیرو تائیوان سے کوریا گیا تھا۔ واپس نہیں آیا۔ ڈیڑھ گھنٹہ پہلے مجھے فیس بک پہ کسی انجان آئی ڈی کی جانب سے ویڈیو ملی ہے تاوان کے لیے۔" حنین اور سعدی نے چونک کر اسے دیکھا۔ نوشیرواں اغوا ہو گیا تھا اور ہاشم نے انہیں بلایا تھا؟

وہ اب ویڈیو کھول رہا تھا۔ اسکرین پہ ایک کمرا تھا۔ لکڑی کا فرش' پیچھے سلائیڈنگ ڈور' کاؤچ' الماری' چھت' پیچھے نظر آتا ایک سوئچ بورڈ' وسط میں رکھی کرسی جس پہ نوشیرواں بیٹھا تھا' ہاتھ پیچھے بندھے تھے۔ بکھرے بال' روئی روئی آنکھیں۔ گردن جھکی ہوئی۔ کیمرا آن ہوا۔ تو اس نے چہرہ اٹھایا۔ وہ شدید تکلیف میں لگ رہا تھا۔

"ڈیڈ۔۔۔ بھائی۔۔۔ یہ لوگ آپ کو ایک اکاؤنٹ نمبر اور ایک رقم ای میل کر رہے ہیں اور۔۔۔" وہ رک کر کیمرے کی سمت دیکھنے لگا' جہاں سے اسے ہدایات مل رہی تھیں۔ یقیناً" اغوا کار وہیں کھڑے اسے متنبہ کر رہے تھے۔ چہرے پہ خوف لیے شیرو تھوک نگلتا پھر سے کہنے لگا۔ "آپ چار گھنٹے کے اندر اندر یہ رقم بھجوا دیں' ورنہ یہ مجھے مار دیں گے۔ میں کوریا میں ہوں۔ اگر آپ میں سے کوئی گھر سے بھی نکلا یا یہاں آنے کی کوشش کی یا کسی کو کال کرنے کی تو یہ مجھے مار دیں گے۔" آنسو خوف زدہ' ہراساں شیرو کی آنکھوں سے بہنے لگے۔ سدا کا ڈرپوک شیرو بلی کا بچہ لگ رہا تھا۔

"بھائی پلیز۔۔۔ مجھے یہاں سے نکال لو اور کسی کو فون مت کرنا۔ یہ لوگ بہت خطرناک ہیں۔ مجھے مار دیں گے۔ ان کے پاس آپ کے تمام نمبرز ہیں' یہ ہر چیز مانیٹر کر رہے ہیں۔" اور اسکرین سیاہ ہو گئی۔

سعدی نے بے یقینی کے عالم میں سر اٹھایا۔ ہاشم تھکا تھکا اور پریشان نظر آرہا تھا۔

"کیا آپ نے پولیس کو کال کی؟ آپ کے تو کتنے ہی کانٹیکٹس ہوں گے ایجنسیز میں۔"

"کی تھی۔۔۔ میرے لوگ کورین پولیس سے بات کر رہے تھے' جب یہ دوسری ویڈیو موصول ہوئی۔ تمہیں کال کرنے کے دس منٹ بعد۔" چند بٹن دبائے اور پیغام کھولا۔

وہی کمرا اور ویسے ہی نڈھال' بندھا ہوا شیرو۔ البتہ اب اس کے ماتھے سے خون بہہ رہا تھا۔

"بھائی! انہوں نے منع کیا تھا کسی کو کال کرنے سے' آپ لوگ کیوں ایسا کررہے ہیں؟ مجھ سے کوئی محبت نہیں ہے آپ کو؟ ایک مانیٹر کو بھی اپنے بچے سے محبت ہوتی ہے۔ پلیز ان کو رقم دیں اور مجھے یہاں سے نکالیں۔ ورنہ یہ پہلے میرے کان کاٹیں گے' پھر انگلیاں۔"

ویڈیو ختم ہوئی اور ہاشم کے چہرے کی تکلیف بڑھ گئی۔ شیرو کا خون نکلتے دیکھنا بہت اذیت ناک تھا۔ حنین خاموش تھی اور سعدی ہکا بکا۔

"کیا وہ لوگ آپ کے فونز بگ کررہے ہیں؟"

"میں نہیں جانتا۔۔۔ مگر۔۔۔ اب ہم کسی سے رابطہ نہیں کررہے۔ میں نے سب کو منع کردیا ہے۔"

"مگر۔۔۔" سعدی بے چینی سے آگے ہوا۔ "یہ خالی خولی دھمکی بھی تو ہوسکتی ہے۔ آپ خفیہ طور پہ کسی سے رابطہ کرنے کی کوشش۔۔۔"

"وہ میرا بھائی ہے' میں اس کو خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔"

"اور۔۔۔ اس سارے معاملے میں ہم کیا کرسکتے ہیں؟" حنین پہلی دفعہ بولی۔ دیکھ وہ ابھی تک اسکرین کو رہی تھی۔ (اس لوزر کے کان کی جگہ بال کاٹ دیں تو کتنا اچھا ہو۔ اونہوں نہیں۔ یہ تو آئینہ دیکھتے ہی مر جائے گا۔)

"مجھے شک ہے کہ اس میں **علیشا** ملوث ہوسکتی ہے۔"

"کبھی نہیں۔" **حنہ** نے ناگواری سے اسے ٹوکا۔

"وہ کمزور اور بزدل سی ہے۔ آپ کے بھائی کو اغوا' ناممکن؟"

"وہ کسی کے ساتھ مل کر یہ کرسکتی ہے۔ میں نے اس کی فیس بک پروفائل چیک کی تھی۔ دیکھو' اس نے کور فوٹو سیئول (کوریا کا ایک شہر) کی لگا رکھی ہے۔" اس نے اسکرین پہ **علیشا** کی پروفائل کھول کر دکھائی۔

"یہ اس نے کوئی چھ ماہ پہلے لگائی تھی اور وہ اس لیے کہ ہم 'کے' ڈرامے اور 'کے' پوپ کے شوقین ہیں۔ ہمیں 'کے' کلچر پسند ہے' میری بھی پروفائل پہ یہ ہی سب ہے' اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں کوریا میں ہوں اس وقت۔"

"مگر اس واہمے کی مجھے تصدیق کرنی ہے۔ اگر خاور ہوتا تو وہ یہ سب کرلیتا' مگر وہ دو روز قبل ہی اپنے کسی کام سے ملک سے باہر گیا ہے۔ میں اس کے بغیر بالکل مفلوج ہوں۔" میز کے کنارے پہ بیٹھا قدرے بے بسی سے کہتے ہاشم پہ سعدی کو ترس سا آیا۔

"ہاشم بھائی! ہم آپ کی ہر ممکن مدد کریں گے۔ آپ بتائیں کیا کرنا ہے۔"

اس بات پہ **حنہ** نے گھور کر سعدی کو دیکھا اور پھر ہاشم کو۔ وہ ابھی تک ناگواری محسوس کررہی تھی۔

"اوکے' حنین سنو! تم **ہیکنگ** جانتی ہو' تم نے ڈیڈ کو کئی دفعہ بتایا تھا۔ سو تم **علیشا** کی لوکیشن ٹریس کرو۔ ساتھ میں تم اس ویڈیو بھیجنے والے کی لوکیشن بھی ٹریس کرو۔ پھر اس فارن بینک اکاؤنٹ کو ٹریس کرو کہ یہ کس کے نام ہے اور اس شخص کی تمام تفصیلات مجھے دو۔ ساتھ ہی شیرو کے موبائل کو ٹریس کرنے کی کوشش کرو کہ آخری دفعہ وہ کب اور کہاں استعمال ہوا تھا۔ فی الحال وہ بند ہے۔ کتنی دیر میں تم یہ سب کرسکتی ہو؟" وہ سنجیدہ تھا اور حنین نے اتنی ہی سنجیدگی سے سر ہلایا۔

"دس سے بارہ منٹ میں۔"

"واقعی؟" ہاشم تو ہاشم۔۔۔ سعدی کو بھی جھٹکا لگا۔

"شیور۔۔۔ یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ مگر آپ نے سیٹ نہیں لگایا ابھی تک۔" معصومیت سے ادھر ادھر دیکھا۔

"کیا؟" ہاشم سمجھا نہیں۔

"ہم ہالی ووڈ کے کسی سیٹ پہ ہیں نا اور میں تو ہوں ہی Nolan Ross جو کھٹ کھٹ کر کے سب کچھ فٹافٹ ہیک کرلوں گی اور دس منٹ میں مسئلہ حل ہوجائے گا۔"

"حنین!" سعدی نے اس کے جوتے پہ جوتا رکھ کر دبایا۔

"سوری ہاشم بھائی! مگر نولن اور ہک جیسے

صرف ہالی ووڈ میں ہوتے ہیں۔ میں انٹرنیٹ سے کسی بینک کا مین فریم ہیک نہیں کر سکتی۔ نہ ہی ہم فیس بک میسج سے کسی کا آئی پی ایڈریس یا لوکیشن معلوم کر سکتے ہیں۔ اس کے لیے ہمیں فیس بک کمپنی سے رابطہ کرنا ہوگا اور اس میں دو ماہ لگیں گے۔"

ہاشم لب بھینچے سلگتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ (بدتمیز لڑکی۔)

"تو تم کیا کر سکتی ہو؟"

"ایسے مت دیکھیں مجھے۔ خاور بھی یہ نہیں کر سکتا۔ کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ کو ایک کیک چاہیے اور میں دیوار پہ لگے بیکری کے اشتہار کو پھاڑ کر اندر سے کیک نکال لوں مگر اشتہار کے کاغذ کے پیچھے دیوار ہوتی ہے، بیکری نہیں۔ کیک نکالنے کے لیے ہمیں بیکری کا تالا توڑنا پڑے گا اور گھر بیٹھے یہ سب نہیں ہو سکتا۔"

"یعنی کہ تم کچھ بھی نہیں کر سکتیں۔"

"خیر اب یہ بھی نہیں کہا میں نے۔ میں یہ کر سکتی ہوں کہ علیشا کو ای میل کرتی ہوں، اس کے جواب سے اس کی لوکیشن ڈھونڈتی ہوں۔ ساتھ اس ویڈیو بھیجنے والے کا اکاؤنٹ ہیک کرتی ہوں، شاید اس کے اپنے ان بوکس سے کوئی سراغ مل جائے۔ کوئی فون نمبر، کوئی دوسرا ای میل ایڈریس۔"

ہاشم خوش نہیں تھا، مگر اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوکے! تم کام شروع کرو۔"

"ابھی نہیں کر سکتی میں کچھ۔" وہ اس کی بات پہ جاتے جاتے پلٹا۔ سعدی نے بھی حیرت سے اسے دیکھا۔ حنین نے بے نیازی سے شانے اچکائے۔

"اصل میں خالی معدے کے ساتھ میرا دماغ کام نہیں کرتا۔ بلکہ مجھے تو لگ رہا ہے کہ میرا شوگر لیول بھی لو ہو رہا ہے۔"

ہاشم نے گویا جھپٹ کر انٹرکام اٹھایا اور ضبط کرتے ہوئے چبا چبا کر بولا۔ "میری! اوپر آؤ اور میڈم جو کہیں ان کو پانچ منٹ میں بنا کر لادو، ہری اپ۔" اور دھاڑ سے دروازہ بند کرتا باہر نکل گیا۔

"تم کچھ زیادہ ہی بدتمیز ہوتی جارہی ہو۔" سعدی نے واقعی غصے سے اس کا بازو جھنجھوڑا۔ "ابھی پاپ کارن نہیں کھا کر آرہی ہو کیا؟"

"ایک تو اچھا بھلا سو پر جونیئر دیکھ رہی تھی، اوپر سے سردی۔۔۔ خوامخواہ مجھے اٹھایا، وہ بھی اس انوکھے لاڈلے کے لیے، اب بھگتیں۔" وہ ڈھٹائی سے شانے اچکاتی لیپ ٹاپ قریب کرنے لگی۔

چند منٹ بعد لیپ ٹاپ گود میں تھا۔ ایک ہاتھ میں جوس کا گلاس، سامنے چین پڑا کٹلٹس، ساس، فرنچ فرائز، منہ مسلسل چلاتے ہوئے وہ کیز دبا رہی تھی۔ سعدی چپ چاپ اسے دیکھتا رہا تو اس نے فرنچ فرائز کی پلیٹ بڑھائی۔

"کھائیں گے؟"

"ان کا بھائی اغوا ہو گیا ہے، سارا گھر پریشان ہے، اغوا کار پچاس کروڑ مانگ رہے ہیں اور تم کھا رہی ہو؟"

حنین نے جوس کا گھونٹ بھرا اور سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ "پچاس کروڑ میں کتنے زیرو ہوتے ہیں؟"

"اف۔۔۔" وہ کراہ کر اٹھا اور باہر نکل آیا۔ سیڑھیوں کے اوپر ریلنگ سے جھانکا۔ اورنگ زیب پریشانی سے ماتھا مسلتے بیٹھے تھے۔

ہاشم ادھر ادھر چکر کاٹ رہا تھا اور جواہرات ہذیانی انداز میں چلا رہی تھی۔ "تم لوگ پیسے کیوں نہیں دے رہے؟ وہ شیرو کو ماردیں گے ہاشم!" آنسو اس کی آنکھوں سے ابلنے کو تیار تھے۔

"ہم پیسے دے دیں گے، بات پیسوں کی نہیں ہے ممی! اگر شیرو نے ان کی شکلیں دیکھ رکھی ہوں گی۔ کیا گارنٹی ہے کہ وہ پیسے لے کر اس کو چھوڑ دیں گے۔ ایسے لوگ تاوان لے کر مغوی کو مار دیا کرتے ہیں۔"

"تو تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟" اورنگ زیب بھی غصے سے بولے تھے۔

"ان کی لوکیشن یا ان کے بارے میں کوئی معلومات۔ کوئی لیوریج ہونا چاہیے ہمارے پاس جس کے اوپر ہم ان سے شیرو کو زندہ سلامت واپس لیں۔"

جواہرات نفی میں سر ہلاتی نڈھال سی بیٹھ گئی۔ ہاشم موبائل پہ نمبر ملانے لگا۔ سعدی افسوس سے واپس پلٹ آیا۔ اندر وہ صوفے پہ بیٹھی، ہاشم کے ہیڈ فون چڑھائے چپس کھاتے ہوئے اسکرین کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا کوئی نئی ویڈیو آئی ہے؟" وہ تیزی سے لپکا۔

"اونہوں۔۔۔ میں اس کے اکاؤنٹ کو ہیک کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ چند گھنٹے لگیں گے۔ تب تک میں اس ڈرامے کی آخری دو قسطیں دیکھ لوں۔" بڑے غور سے اسکرین کو دیکھتی کہہ رہی تھی۔ وہ جو جوش سے لپکا تھا جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

"پتا ہے بھائی! اتنا مزے کا ڈراما ہے۔ Days 49 اس میں جو ہیروئن ہے نا۔"

"یا اللہ۔۔۔ کب شمالی کوریا ایٹم بم بنائے گا اور کب اسے جنوبی کوریا پہ گرائے گا۔ کب جان چھوٹے گی اس "کے" کلچر سے۔"

وہ کراہ کر پیچھے کو ہو گیا۔ حنین کے ڈرامے سر چکرا دیتے تھے۔ وہ منہ بنا کر (ہونہہ۔۔۔) پھر سے دیکھنے لگی۔

☆ ☆ ☆

ویران سرائے کا دیا ہے
جو کون و مکاں میں جل رہا ہے

اس رات بھی حوالاتی کوٹھڑی کی سلاخوں کا صرف کنارہ روشن تھا۔ باقی سب تاریکی میں ڈوبا تھا۔ ایک کونے میں فارس اور دوسرے میں احمر۔۔۔ دور دور چت لیٹے چھت کو دیکھ رہے تھے۔ فارس روشنی والے کونے میں تھا۔ ٹیوب لائٹ کی مدھم سی کرن اس کی تاریک دنیا کو روشن کرنے کے لیے کافی تھی۔ اس کی کوشش کے باوجود احمر اس سیل سے نہیں گیا تھا۔ اب اس نے کوشش بھی ترک کر دی تھی۔

"فارس بھائی!" اس نے ہلکے سے پکارا۔ چت لیٹے، چھت کو تکتے فارس کی پیشانی پہ بل پڑے۔

"کیا تمہیں کسی نے خاموش رہنا نہیں سکھایا؟"

"میں نے سیکھا ہی نہیں۔ ویسے کوئی سکھانے والا تھا بھی نہیں۔" قدرے توقف کیا۔ "آپ نماز پڑھتے ہیں؟"

"ہوں۔۔۔"

"وہ تو میں نے دیکھا ہی تھا۔ نماز میں بھی ساتھ والی کوٹھڑی سے کیا آوازیں آ رہی ہیں، سب خبر ہوتی ہے آپ کو۔"

"سب کو ہوتی ہے، اب سو جاؤ۔" وہ بے زار ہوا۔

"سنیں نا۔۔۔ کیا ہمیشہ سے پڑھتے تھے؟"

"نہیں، جیل میں آنے کے بعد شروع کی۔"

"تو اب کیوں پڑھتے ہیں نماز، اپنے سگے بھائی کے قتل کے الزام۔۔۔"

"وہ میرا سوتیلا بھائی تھا، اپنے فیکٹس درست رکھو۔"

احمر نے بہت حیرت سے اسے دیکھا۔ "مطلب وہ آپ کو پسند نہیں تھا؟"

"صرف تمہاری غلطی درست کر رہا ہوں، زیادہ اسٹیپنی نہ بنو۔" (زیادہ چیکو نہیں۔)

"تو کیوں پڑھتے ہیں آپ نماز؟"

"مجھے خود نہیں پتا۔" وہ بہت دیر بعد بولا۔ "کچھ دن پڑھتا ہوں جوش سے، پھر ڈھیلا پڑ جاتا ہوں اور کئی دن یوں گزر جاتے ہیں جیسے اندھیری سرنگ میں ہوں۔ پھر کچھ دن پڑھتا ہوں۔ تب اپنا آپ بہت نیک لگتا ہے۔ ہلکا اور پیارا سا۔ مگر پھر ڈھیلا ہو جاتا ہوں اور یہ پڑھنے، نہ پڑھنے کا چکر کبھی ختم ہی نہیں ہوتا۔ چاہوں تو ہر وقت پڑھوں، میرے اندر بہت اسٹیمنا ہے۔ مگر میری نماز مجھ پہ کوئی فرق نہیں ڈالتی۔ شاید میرا دل سخت ہو گیا ہے۔"

"اس نے بھی یہ ہی کہا تھا۔" چت لیٹے احمر نے ہولے سے کہا تو فارس چونکا۔

"کس نے؟"

"چڑیل نے۔ پچھلے سال آیا تھا میں اورنگ زیب صاحب کے کہنے پہ آپ کی پیشی دیکھنے۔ تب جب انہوں نے چڑیل کو گواہی کے لیے بلایا تو اس نے بھی یہ ہی کہا۔"

"کون چڑیل؟"

"اوہو۔۔۔ پراسیکیوٹر زمر۔۔۔ گھنگریالے بالوں والی چڑیل۔" فارس کے ابرو تن گئے۔ ناپسندیدگی سے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"بکو مت۔۔۔" مگر اس نے نہیں سنا۔ وہ چھت کو دیکھتا کہہ رہا تھا۔

"جب استغاثہ نے اس سے اس کی حالت کا پوچھا تو اس نے کہا میرے پاس کھونے کو کچھ نہیں بچا' میری نماز بھی نہیں۔ کیونکہ اب میں نماز کے آخر میں دعا نہیں مانگتی۔ میرے حادثے نے میرا دل' میری زندگی' میری نماز' ہر شے کو مردہ کر دیا۔"

فارس چپ رہا۔ چہرہ واپس پھیر لیا۔ نگاہیں چھت پہ جا ٹکیں۔

"میں بھی پانچ وقت کی نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔ اچھی اور لمبی نماز' زندہ نماز' مگر مجھ سے یہ نہیں ہوتا' کیا کروں؟"

"پراسیکیوٹر سے پوچھو۔" اس بات پہ احمر ہنسا۔ باہر پھیلی سرد رات ہر گزرتے پل سیاہ پڑتی گئی۔

"اچھا سنیں۔۔۔ آپ کا کیس کیسا جا رہا ہے؟" احمر نے اس رخ کروٹ بدلی۔ وہ اس سے کافی فاصلے پہ کمر کے بل لیٹا چھت کو دیکھ رہا تھا۔ سفید کرتا اندھیرے میں بھی دمک رہا تھا۔

"ڈھائی سال میں تین پیشیاں ہوئی ہیں' کیسا جا رہا ہو گا؟"

"اوہ۔۔۔ میری تو چند دن میں چار ہو چکی ہیں۔"

"کیونکہ تم اورنگ زیب کاردار کے آدمی ہو۔" اس کے اندر تک کڑواہٹ پھیل گئی۔

"نہ کریں یار۔۔۔ کیوں ان سے اتنے خفا ہیں؟ وہ برے نہیں ہیں' بس اپنا فائدہ اوپر رکھا انہوں نے۔"

"اور وہ بھی تمہارے کہنے پہ۔" تلخی سے نگاہ پھیر کر دور لیٹے احمر کو دیکھا۔ "ویسے اب تک کیا' کیا رپورٹنگ کر چکے ہو میرے بارے میں؟"

"ہاشم سے ملاقات ہی نہیں ہوئی دوبارہ' نہ کسی اور نے کچھ پوچھا۔ اگر پوچھے گا تو بتا دوں گا۔"

"کیا؟"

"اتنا ہی جتنا آپ کے بارے میں سارے جیل کو معلوم ہے۔ جھگڑے' پھڈے وغیرہ۔" وہ لاپروائی سے ہنسا۔

"اور اگر میں کہوں کہ مجھے اس کیس میں بھی تمہارے سابقہ باس نے پھنسایا ہے تو ان کو بتا دو گے؟"

احمر ایک دم کہنی کے بل اٹھ کر بیٹھا' حیرت اور اچنبھے سے اس کا چہرہ دیکھا۔ "کاردار صاحب نے؟ وہ کیوں پھنسائیں گے آپ کو؟"

"وہ نہیں۔۔۔ ہاشم۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ اس نے ہی یہ دونوں قتل کروائے ہیں' بس اتنا کہہ رہا ہوں کہ اگر وہ چاہتا تو آج میں باہر ہوتا۔"

احمر کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں فارس بھائی! جن دنوں آپ گرفتار ہوئے تھے' میں دن رات کاردار صاحب کے ساتھ ہوتا تھا۔ وہ واقعی آپ کے لیے پریشان تھے' مگر کچھ میری حکمت عملی اور کچھ ان کی اپنی سوچ تھی کہ انہوں نے آپ کے اوپر سے ہاتھ کھینچ لیا۔"

"الیکشن جیتنے کے بعد تو وہ میری مدد کر سکتے تھے نا۔"

"میرا خیال ہے ان کی نظر میں آپ قصوروار تھے۔ ہاں مگر ہاشم نے تو آپ کے لیے بہت بھاگ دوڑ کی۔ میں ان دنوں وہیں تھا۔ ہاشم نے بارہا آپ کو بے قصور کہا اور ان دنوں وہ آفس' جیل' کچہری کے چکر لگا لگا کر تھکان کا شکار لگتا تھا' مگر اس نے آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ ٹھیک ہے' آپ اس کو پسند نہیں کرتے' مگر اس کے بارے میں اتنا غلط مت سوچیں۔"

فارس کافی دیر خاموشی سے چھت کو دیکھتا رہا۔

"شاید تم درست کہہ رہے ہو۔ شروع میں اس پہ شک تھا' مگر پھر اتنے سال اس بارے میں سوچا۔ ہمارے جائیداد کے جھگڑے اتنے بڑے نہیں تھے کہ وہ مجھے اندر کرواتے' جبکہ میں ان سے کچھ مانگ بھی نہیں رہا تھا۔ دوسرا ان کی میرے بھائی سے' بیوی سے کوئی دشمنی بھی نہیں تھی۔ کوئی بھی چیز ان کی طرف اشارہ نہیں کرتی' مگر۔۔۔"

وہ لمحے بھر کو ٹھہرا۔ احمر دھیان سے اسے سن رہا تھا۔

"مگر آخری فتویٰ دل سے لیا جاتا ہے اور میرا دل ہاشم کے لیے کبھی اچھا نہیں سوچ سکتا۔"

"آپ کو ان کے بارے میں نہیں' یہاں سے نکلنے کے بارے میں سوچنا چاہیے۔"

"تو کیا کروں؟ جیل توڑ دوں؟" وہ کوفت زدہ ہوا۔

"اچھا ایک بات تو بتائیں۔" وہ پھر بولا۔ مگر فارس کو اب احساس ہوا کہ وہ کچھ زیادہ ہی بول گیا ہے۔ فوراً" کروٹ بدل لی۔

"چپ کر کے سو جاؤ' زیادہ اسٹیپنی نہ ہو۔"

اس کے انداز پہ احمر نے منہ بنایا۔ (ہونہہ) اور برے دل کے ساتھ واپس لیٹ گیا۔

"یو نو۔ میرے بھی کچھ پریزن رائٹس ہیں اور ان میں سب سے پہلی چیز صاف ستھری فضا کا ہونا' ہائی جین والی ڈائٹ کا ہونا اور۔۔۔"

تھوڑی دیر بعد "اسٹیپنی" پھر شروع ہو چکا تھا۔

☆ ☆ ☆

مگر یہ قتل کی سازش کہاں سے آنکلی
وہ لوگ تو تھے میرے خاندان کے ہی

ہاشم کے کمرے میں سینٹرل ہیٹنگ سے کافی گرمائش تھی۔ حنین چپس کھاتے کمپیوٹر پہ کام کر رہی تھی۔ صوفے پہ پیچھے کو ٹیک لگائے سعدی کو نیند آنے لگی مگر حنین کی آواز نے جگا دیا۔ وہ چونک کر سیدھا ہوا۔

"آئیں ان کی فوٹوز دیکھتے ہیں۔" وہ دلچسپی سے کہتی ہاشم کے لیپ ٹاپ پہ فولڈرز کھولے جا رہی تھی۔ سعدی نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ مارا۔ "بری بات ہے حنہ! کسی کی ذاتی چیزیں نہیں دیکھتے۔"

"اوکے۔۔۔ آپ آنکھیں بند کر لیں۔" اس نے پرانی تصویریں کھول لیں۔ ہاشم کی اسٹین فورڈ کے دنوں کی۔ تب بھی وہ ایسا ہی تھا' مگر ذرا ینگ۔ شہرین بھی ان میں تھی۔ کلاس فیلو تھی شاید یا جونیئر۔

"یہ آج کہاں ہے؟"

"اپنی امی کے گھر' ہاشم بھائی نے بتایا ہے۔" سعدی نے لبوں پہ مٹھی رکھ کر جمائی روکی۔ حنین تیز تیز تصویریں آگے کرتی جا رہی تھی۔ پھر وہ اس سے بھی بور ہو گئی اور واپس ڈراما لگا لیا۔ دفعتاً" ہاشم کمرے میں داخل ہوا تو حنین نے جھٹ اسکرین پہ اصل کام والی ونڈو سامنے کر لی۔

"علیشا کا ابھی تک کوئی جواب نہیں آیا۔ اغوا کار کا اکاؤنٹ ہیک کرنے میں ابھی کچھ اور گھنٹے لگیں گے۔"

اس نے اطلاع دی۔ ہاشم نے بس سر ہلایا اور الماری کی طرف آیا۔ سعدی یوں ہی گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ الماری سعدی کی پشت پہ تھی۔ ہاشم نے دروازہ کھولا تو خانے سامنے آئے۔ تیسرے خانے میں ایک ڈیجیٹل لاک والا سیف نصب تھا۔ ہاشم نے چند نمبر دبا کر سیف کا دروازہ کھولا۔ اندر کاغذات' چیک بکس' نوٹ' بہت کچھ نظر آیا۔ وہ چیزیں الٹ پلٹ کر کے کچھ ڈھونڈنے لگا۔ سعدی نیند میں ڈوبی آنکھوں سے اسے' ہمدردی سے دیکھنے لگا۔

اس نے چیک بک نکالی اور کچھ پیپرز۔ اندر سیف میں ہر چیز بکھر چکی تھی اور سعدی واپس گردن موڑنے ہی لگا تھا کہ نگاہ میں کچھ اٹکا۔ جیسے سیاہ رات میں کوئی انگارہ نظر آئے۔ مگر وہ بلاشبہ ایک دہکتا ہوا انگارہ تھا۔

سیف کی دیوار کے ساتھ ایک لفافے سے کچھ جھلک رہا تھا۔ ایک تصویر کی سفید پشت جس پہ سرخ اور نیلے ننھے ننھے انگوٹھوں کے نشان تھے۔ جیسے پینٹ میں ڈبو کر لگائے گئے ہوں۔ بس ایک جھلک دکھائی دی اور ہاشم نے سیف بند کر دیا۔ پاس ورڈ دبا کر لاک کیا اور باہر نکل گیا۔

اور سعدی یوسف کی ساری دنیا وہیں ٹھہر گئی۔ نیند کھل چکی تھی۔ وہ سالوں بعد اب جاگا تھا۔

"حنہ۔۔۔" اس کو اپنی آواز کنویں سے آتی محسوس ہوئی۔ "تمہیں یاد ہے جب میں دادی کی ڈیتھ پہ آیا تھا پاکستان۔ وارث ماموں کی ڈیتھ سے چھ ماہ پہلے شاید۔

تب میں ان کی بیٹیوں کی ایک تصویر لایا تھا جس کی بیک پہ پینٹ میں ڈبو کر ان دونوں کے انگوٹھوں کے نشان ثبت کیے تھے؟"

"جی۔۔۔ وہ آپ نے وارث ماموں کو دے دی تھی اور انہوں نے اسے اپنے لیپ ٹاپ کی الٹی طرف کارڈ ہولڈر میں ڈال دیا تھا' تاکہ ان کے پاس رہے ہر وقت۔" حنین مصروف سی کیز دباتی کہے جا رہی تھی۔ اس کو لگا' وہ سانس نہیں لے پائے گا۔

"وہ۔۔۔ وہ تصویر اب کہاں ہوگی؟"

"کیا ہو گیا ہے بھائی؟" وہ کھٹ کھٹ ٹائپ کرتی بولی۔ "ماموں کے قاتل ان کا لیپ ٹاپ لے گئے تھے۔ اب تک تو انہوں نے وہ سب تباہ بھی کر دیا ہو گا' سنبھال کر تھوڑی رکھی ہو گی۔"

سعدی کی مری مری نگاہیں بند الماری پہ مرکوز ہوئیں۔ چہرہ سفید پڑ رہا تھا۔

"ہاشم اور میرے لیے کوشش کرے؟ ناممکن!" کہیں ماضی سے فارس کی جھنجلائی ہوئی آواز گونجی۔

"مجھے ہاشم پہ شک ہے۔ اسی کا ہاتھ ہو گا اس میں۔"

"ہاشم چاہتا تو میں باہر ہوتا۔ میں باہر اس لیے نہیں ہوں' کیونکہ اس نے چاہا ہی نہیں۔"

"ماموں کہہ رہے تھے انہیں ہاشم بھائی پہ شک ہے۔ ماموں کو ایسا نہیں سوچنا چاہیے۔"

"میں فارس کی وجہ سے اپنی بیوی اور بچی کو وقت نہیں دے پا رہا۔"

"ہاشم کو میرے افیئر کے بارے میں پتا چل گیا' دیکھو کیا' کیا اس نے میرے ساتھ۔"

اس کو لگا' اس کے ہاتھ کپکپا رہے ہیں۔ سردی بڑھ گئی تھی۔ وہ بالکل سن سا بیٹھا تھا۔ پلکیں بھی نہیں جھپک پا رہا تھا۔

"وہ تصویر۔۔۔ تمہیں واقعی یاد ہے حنہ! کہ ماموں کے لیپ ٹاپ کے کارڈ ہولڈر میں ہی تھی؟"

"جی۔۔۔ مگر آپ کو کیوں خیال آیا اچانک؟" وہ ایک دم چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ سنبھل کر پھیکا سا مسکرایا۔

"یونہی۔۔۔ تمہارا کام کہاں تک پہنچا؟"

"ہو رہا ہے۔ ویسے آپ کو یہ بات عجیب نہیں لگی کہ نوشیرواں بھائی کا اغوا ان ہی دنوں میں کیا گیا' جب خاور یہاں نہیں تھا۔ اورنگ زیب انکل نے بتایا تھا مجھے کہ خاور ان کے آفس اور گھر کا کمپیوٹر جینئس ہے۔ ویسے یہ کارداراز کا کاروبار کیا ہے؟"

"یہ ایک کارٹیل کو ہیڈ کرتے ہیں۔"

"کارٹیل کیا ہوتا ہے؟"

"فضول سوال مت پوچھو۔ تمہیں پتا ہونا چاہیے' کیا ہوتا ہے۔" وہ ایک دم چڑ کر بولا۔ دماغ اتنا الجھا ہوا تھا کہ حنین کی باتیں بے زار کر رہی تھیں۔ اس نے جواب میں زور سے ہونہہ کہہ کر رخ پھیرا۔

"میری توبہ جو اب آپ سے کچھ پوچھوں یا بتاؤں۔۔۔ ہونہہ!"

ہاشم کے قدموں کی آواز آئی تو وہ ذرا سنبھل کر بیٹھا۔ ہاشم اندر آیا۔ وہی پریشان' تناؤ زدہ چہرہ لیے۔ سعدی کے پیچھے آکر الماری کھولی۔ سعدی نے اب کے گردن نہیں موڑی۔ سامنے ڈریسنگ مرر لگا تھا۔ وہ آئینے میں ہاشم کو دیکھتا رہا۔ اس نے سیف کا کوڈ دبایا۔ چار ہندسے۔ سعدی نے دماغ میں فیڈ کیے۔ سیف کھلا تو اس نے کاغذات واپس رکھے اور اسے بند کیا۔ پھر سے کوڈ دبایا۔ سعدی نے اب کے پکا یاد کر لیا۔ وہ اس کی تاریخ پیدائش تھی۔

وہ چلا گیا اور سعدی کتنی ہی دیر حنین کے ساتھ خاموش بیٹھا رہا۔ اس کا کام جاری تھا۔ وہ بھائی کے چہرے کو دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔ وہ بس چپ چاپ بیٹھا رہا۔ کتنی ہی پرانی باتیں یاد آئیں۔

امی کہتی تھیں' ہاشم کا وکیل کیوں ان کو ہر دفعہ ٹال دیتا ہے' کیوں وہ کچھ ٹھوس اقدام نہیں کر رہا اور وہ ہر بات عدالتی نظام پہ رکھ دیتا۔ تب آنکھوں پہ اعتماد کی پٹی بندھی تھی۔ اب اس میں سوراخ ہو رہے تھے۔

کیا پتا ہاشم نے وہ لیپ ٹاپ وارث کے قاتلوں سے حاصل کر لیا ہو اور وہ تصویر رکھ لی ہو' مگر انہوں نے

ہمیں کیوں نہیں بتایا۔ کیا پتا اس میں کچھ ایسا ہو جو فارس کے لیے نقصان دہ ہو۔ مگر انہوں نے ہمیں کیوں نہیں بتایا۔ ہر توجیہہ کے آخر میں وہ الجھ جاتا۔ ہاشم نے کچھ سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہو شاید' کچھ تو سوچا ہو گا۔ کیا پتا یہ کوئی اور تصویر ہو' ان کی اپنی بیٹی کی' مگر نہیں' اس کی یادداشت بہت اچھی تھی۔ یہ وہی فوٹو تھی۔

"میں ابھی آئی۔" حنین ایک دم اٹھی اور باہر چلی گئی۔ اس نے کچھ نہیں پوچھا۔ بس یوں ہی چپ سا بیٹھا رہا۔ پھر ایک دم چونک کر سر اٹھایا۔

وہ کمرے میں اکیلا تھا۔ گردن ادھر ادھر موڑی۔ پھر آہستہ سے اٹھا اور الماری کی طرف آیا۔

اس کی تربیت' اس کا ایمان' سب کہہ رہے تھے کہ کسی کا لاکر کھولنا گناہ ہے' مگر اس کا دل کہہ رہا تھا کہ آخری فتویٰ مجھ سے لو' میں کہتا ہوں' ایسا کر ڈالو تو کر ڈالو۔ اور دل سے بحث کا وقت ہی نہیں تھا۔ اس نے جلدی جلدی کوڈ ڈالا۔ لاکر کھولا۔ تصویر والا لفافہ سامنے تھا۔ سعدی نے کپکپاتے ہاتھوں سے فوٹو نکالی اور الٹائی۔

امل اور نور..... اس کے دل کو دھکا لگا۔ یہ وہی فوٹو تھی۔ ہاشم کو بچے پسند تھے۔ وہ بچیوں کی تصویر تباہ نہ کر سکا تھا۔

وہ جواب تک بے یقینی کے عالم میں تھا' ایک دم سے اس کی آنکھوں میں سرخی اترنے لگی۔ لب بھنچ گئے۔ مڑ کر دروازے کو دیکھا جس کے پار' نیچے لاؤنج میں ہاشم بیٹھا تھا۔ ایک لمحے کو اس کا دل چاہا ابھی جا کر اس کو گریبان سے پکڑے اور پوچھے کہ اس نے کیوں کیا ان کے ساتھ ایسا؟ اس کا اس سب میں ہاتھ تھا۔ فارس ٹھیک کہتا تھا' کیونکہ فارس اس کو جانتا تھا اور سعدی اس کو بالکل نہیں جانتا تھا۔

مگر وہ فارس نہیں تھا۔ اس کو غصے سے بے قابو ہو کر ہاشم کا گریبان نہیں پکڑنا تھا۔ اس کو کچھ اور کرنا تھا۔

اس نے وہ لفافہ نکالا۔ اس میں مزید بھی کچھ تصویریں تھیں۔ وہ ان کو دیکھتا گیا اور دل ہر ایک پہ ڈوبتا گیا۔

وہ اس ریسٹورنٹ میں فائرنگ کے فوراً" بعد کی تھیں۔ خون میں لت پت زمر۔ ابھی لوگ بھی اکٹھے ہونا شروع نہیں ہوئے تھے..... اور..... وہ اوپر سے لی گئی تھیں۔ اوپر ہوٹل کے کمرے کی کھڑکی سے۔

سعدی کی آنکھوں سے نیند اب بالکل غائب ہو چکی تھی۔ وہ ساکت' سانس روکے ایک کے بعد ایک تصویر دیکھ رہا تھا۔ اس نے سنا تھا کہ پیشہ ور قاتل اپنے شکار' اپنی مہارت کی تصاویر اپنے پاس سنبھال کر رکھتے ہیں اور فخر سے اپنا بے عیب کام دیکھا کرتے ہیں۔ مگر اسے یقین آج آیا تھا۔

لفافے کی آخری چیز ایک فلیش ڈرائیو تھی۔ سعدی نے اسے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ اس پہ کوئی ٹیگ نہیں لگا تھا۔

باہر نکل کر حنین نے ریلنگ کے اوپر سے جھانکا۔ ہاشم نیچے صوفے پہ بیٹھا انگلیوں سے پیشانی مسل رہا تھا۔ سر اٹھایا تو حنہ نے اشارہ کیا۔ جواہرات مسلسل کچھ بول رہی تھی۔ اور رنگ زیب فون پہ بات کر رہے تھے۔ ہاشم اس کے اشارہ کرنے پہ اٹھ کر اوپر آیا۔ جس وقت سعدی لاکر کا پاس ورڈ دبا رہا تھا وہ دونوں بند دروازے کے آگے کھڑے تھے۔

"نوشیرواں بھائی کا کمرا کون سا ہے؟ مجھے چیک کرنا ہے کہ ان کا کمپیوٹر ہیک تو نہیں کیا گیا؟"

"لیپ ٹاپ تو وہ ساتھ لے کر گیا تھا' مگر وہ زیادہ ڈیسک ٹاپ استعمال کرتا ہے۔" ہاشم ساتھ والے کمرے میں داخل ہوا تو وہ پیچھے آئی۔ اس نے بتی جلائی اور کمپیوٹر ٹیبل کی طرف اشارہ کیا۔ عین اس وقت سعدی دیوار کے پار لاکر میں سے تصویریں نکال کر دیکھ رہا تھا۔

"دیکھ لو جو دیکھنا ہے۔" تکان سے اشارہ کیا۔ وہ فوراً" آگے جا کر کرسی پہ بیٹھی' اسے آن کیا۔

"آخری دفعہ آپ کی کب بات ہوئی تھی ان سے؟ اغوا سے پہلے؟"

"اغوا سے شاید چھ' سات گھنٹے پہلے بات ہوئی تھی۔ وہ سینٹورل میں تھا اور شاپنگ کر رہا تھا' خوش

تھا۔" وہ اداسی سے مسکرایا۔
"ہوں... اچھا اس کمپیوٹر کا پاس ورڈ کیا ہے؟"
"پتا نہیں۔" ہاشم نے شانے اچکائے۔ تھکا تھکا سا وہ صوفے پہ گر سا گیا۔ دروازہ پورا کھلا تھا۔ نیچے سے جواہرات کے بولنے کی آواز ہنوز آرہی تھی۔
"اوکے جو بھی ہے' اڑا دیتی ہوں۔" ایڈ منسٹریٹر پہ پاس ورڈ نہیں تھا۔ سو اس نے آسانی سے کمپیوٹر کھول لیا۔ اب وہ خاموشی سے کیز دباتی کام کرنے لگی۔
"کیا آپ لوگ پیسے دے رہے ہیں؟ میرا مطلب ہے ابھی آپ اپنے لاکر سے کچھ نکال رہے تھے۔"
"ڈیڈ دے رہے ہیں پیسے' شیرو سے بڑھ کر نہیں ہیں۔" وہ بند آنکھوں کو مسل رہا تھا۔
"آپ کسی اور سے رابطہ کرنے کی کوشش تو کریں۔ کیا معلوم' وہ آپ کے کمپیوٹرز اور فون ٹیپ نہ کررہے ہوں۔ یہ صرف ایک خالی خولی دھمکی ہو۔ آپ کے تو اتنے کانٹیکٹس ہوں گے۔"
"اونہوں۔ میں اپنے بھائی کی زندگی پہ رسک نہیں لوں گا۔"
"آپ لکی ہیں۔ آپ کو اپنے بھائی کو بچانے کا موقع مل گیا۔ کاش ہمیں بھی ملتا' ماموں کو بچانے کا' تو ہم بھی ہر رقم دے دیتے۔" وہ ٹائپ کرتی تھم کہہ رہی تھی۔
دوسری طرف خاموشی رہی تو حنین نے گردن موڑ کر دیکھا۔
وہ صوفے پہ بیٹھا' اسے دیکھ رہا تھا۔ آنکھوں میں اتنی بے بسی اور کرب تھا کہ حنہ کے دل کو کچھ ہوا۔
"سوری' میرا مطلب آپ کو دکھی کرنا نہیں تھا۔"
مگر ہاشم نے آہستگی سے نفی میں سر ہلایا۔
"آئی ایم سوری بچے۔ میری ہر اس چیز کے لیے جس نے تمہیں دکھ دیا ہو۔" وہ ایک دم بہت ڈسٹرب نظر آنے لگا تھا۔ "علیشا کا معاملہ میں نے غلط طریقے سے ہینڈل کیا۔ پھر ابھی میں تم پہ غصہ کر گیا۔ مجھے تمہارے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آئی ایم سوری بیٹا۔" آنکھیں بند کیں' انگلیوں سے پیشانی مسلتا رہا۔ حنین ہاتھ روک کر اسے دیکھے گئی۔
"میں نے جو بھی کہا' پریشانی میں کہا۔ میں اپ سیٹ ہوں۔ میرا بھائی مجھے بہت عزیز ہے۔"
اب وہ پھر سے بند آنکھوں کو مسل رہا تھا۔ حنین دم سادھے اسے تک رہی تھی۔ پھر ہاشم نے آنکھیں کھولیں۔ بہت امید' بے بسی اور آس سے اسے دیکھا۔
"اگر خاور ہوتا تو میں کبھی ایک چھوٹی بچی سے درخواست نہ کررہا ہوتا' مگر میں اس وقت بالکل مفلوج ہوں۔ حنین۔" مدھم' تھکی آواز میں وہ کہتا گیا اور وہ سانس روکے سنے گئی۔ "تم کچھ بھی کرو' بس میرے بھائی کو اذیت دینے والوں کا پتا کردو مجھے۔ کردو گی نا؟"
اس نے ہاشم کو پہلی دفعہ اتنا کمزور دیکھا تھا۔ اس نے شاید ہاشم کو دیکھا بھی پہلی بار تھا۔ اس طرح۔ اس نظر سے۔ اور یہ وہ لمحہ تھا جب ہاشم کے لیے حنین ذوالفقار یوسف خان کا دل پلٹ گیا تھا۔
اور یہ وہ لمحہ تھا جب متصل کمرے میں کھڑے لاکر میں سے تصویریں نکال کر دیکھتے سعدی ذوالفقار یوسف خان کا ذہن ہاشم کے لیے پلٹ گیا تھا۔
ان دونوں کے احساسات سے بے خبر ہاشم اپنی کمزوری' اپنے بھائی کو کسی دوسرے کے ہاتھ پاکر' خود کو بہت بے بس محسوس کرتے ہوئے شیرو کے کمرے کے کاؤچ پہ نڈھال بیٹھا تھا۔
حنین نے آہستگی سے رخ پھیر لیا۔ اس کے اپنے ہاتھ ذرا سے کپکپائے تھے۔ پھر اس نے کچھ پیپرز پرنٹ کیے' کمپیوٹر آف کیا' اور صوفے کی طرف گھومی۔
"آپ پریشان مت ہوں۔ وہ **علیشا** نہیں ہے' **علیشا** ایسا کبھی نہیں کرسکتی۔ وہ ایک کمزور لڑکی ہے۔ میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ آپ مجھ سے **ایکسکیوز** کریں' آپ بڑے ہیں' آپ نے وہ ہی کیا جو آپ کو ٹھیک لگا۔ مگر ایک دفعہ آپ کو **علیشا** کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ اس کو پیسے دینے سے آپ کی دولت کم نہ ہوجاتی' جیسے اغوا کاروں کو دینے سے کم نہیں ہوگی۔"

مدھم سا کہہ کر وہ باہر نکل آئی۔ ہاشم نے معلوم نہیں سنا بھی تھا یا نہیں۔

وہ واپس کمرے میں داخل ہوئی تو سعدی نے چونک کر سر اٹھایا۔ وہ ہاشم کا لاکر کھولے کھڑا تھا۔ حنین کو پہلے تو جھٹکا لگا' پھر گڑبڑا کر جلدی سے دروازہ بند کرتی قریب آئی۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

"یہ فلیش چاہیے تھی مجھے۔" جلدی سے وہ لفافہ جس میں وہ تصاویر ڈال چکا تھا' واپس رکھا' لاکر بند کیا اور اس کی طرف گھوما۔

"مجھے اس کو کاپی کرنا ہے۔ مت پوچھو یہ کیا ہے' بس میرے آفس کی چیز ہے۔ مجھے پتا ہے یہ غلط ہے مگر تمہارے پاس کوئی ڈیوائس ہے جس پہ میں یہ کاپی کر سکوں؟"

حنین نے سر جھٹکا' اس ایک پُرفسوں لمحے کا اثر زائل کیا' اور گہری سانس لے کر مشکوک نظروں سے بھائی کو دیکھتی آگے آئی۔ ہاشم کی اسٹڈی ٹیبل کی دراز کھولی' اِدھر اُدھر ہاتھ مارا اور واپس مڑی تو ہاتھ میں یو ایس بی تھی۔

"تم کیا یاد کریں گے' کسی سخی سے پالا پڑا تھا۔ کاپی کرلیں' کچھ دن بعد آکر چپ چاپ رکھ دیتا۔"

عام حالات میں اس چوری پہ ڈانٹ دینے والے سعدی نے چپ چاپ اسے لیپ ٹاپ میں لگالیا۔

"اس میں ان کارٹیل کے کچھ ڈاکومنٹس ہیں۔ میرے پروجیکٹ کے لیے فائدہ مند ہیں۔"

"کارٹیل کیا ہوتا ہے؟" وہ چپس اٹھا کر کھانے لگی تھی' رکی۔ پھر سر جھٹکا۔ "خیر' نہیں بتانا بالکل بھی' اب آپ مجھے کچھ نہ بتایا کریں' میں بھی نہیں بتاؤں گی کچھ۔"

"سر نہ کھاؤ میرا۔ باہر جا کر مسز کاردار کے پاس بیٹھو۔" وہ اس فلیش کو کاپی کر رہا تھا' جیسے ہی کام ختم ہوا' اس نے اصلی فلیش نکالی' اور اٹھ کر اسے واپس لاکر میں رکھ دیا۔ جب پلٹا تو وہ ہنوز بیٹھی تھی۔ چپس اٹھا کر منہ میں رکھتی ہوئی۔

"تم جاؤ بھی' اچھا نہیں لگتا' جب سے آئے ہیں' ان کو ایک لفظ تسلی کا نہیں بولا۔"

"او کے!" وہ مشکوک نظروں سے اسے دیکھتی اٹھی اور باہر آگئی۔

ہاشم اب سیڑھیاں اُتر رہا تھا۔ حنین نے دروازہ بند کر دیا' اور اس کے ساتھ نیچے اتر آئی۔ جواہرات اور اورنگ زیب مخالف صوفوں پہ فکرمند سے بیٹھے تھے۔ پوری رات کی ذہنی اذیت نے تھکا دیا تھا۔

"ڈونٹ وری انکل! ایک دفعہ نوشیرواں بھائی بخیریت گھر پہنچ جائیں' تو میں رقم کو ٹریس کرلوں گی۔"

جواہرات نے تیز نظروں سے اسے گھورا۔ "اور کیا اس میں اس لڑکی کا ہاتھ ہے؟"

"نہیں' اس کے ہاتھ اتنے لمبے نہیں ہیں۔" اس نے شانے اچکا دیے۔ پھر قریب سے گزرتی میری انجیو کو روکا۔ "سنو' تمہارے فش فنگرز تیار نہیں ہوئے ابھی تک؟"

"بس میں لا ہی رہی تھی۔"

"ویسے آج کل میں ایک کورین ڈرامہ دیکھ رہی تھی 49 Days۔ اس کا ایک فلپائنی ورژن بھی عنقریب بننے لگا ہے' کیا تمہارے ملک میں بھی کے کلچر مشہور ہے؟"

"بہت زیادہ۔" میری نے اس کو دیکھا' پھر سلگتی نظروں سے خود کو گھورتی جواہرات' کو اور جلدی سے وہاں سے کھسک لی۔

اندر بیٹھا سعدی اب ہاشم کے لیپ ٹاپ کو کھنگال رہا تھا۔ کچھ تو ملے گا۔ سرسری سا ایک ایک فائل کھولتا' وہ مایوس ہونے لگا تھا جب۔ بالآخر چند ڈاکومنٹس ملے جن کے نام نہیں تھے' صرف نمبرز تھے اور وہ لاکڈ تھے۔ انہی میں کچھ تھا۔ اس نے ان کو کاپی کرنے کی کوشش کی مگر یہ ناممکن تھا۔ اب کیا کرے؟ اور تب ہی اغوا کاروں کا اگلا پیغام آیا۔ پیغام پڑھ کر سعدی تیزی سے باہر ریلنگ پہ آیا۔ نیچے سب بیٹھے تھے۔ حنین بھی ٹانگ پہ ٹانگ رکھے' پاؤں ہلاتی' موبائل پہ بٹن دبا رہی تھی۔

"ان لوگوں کا نیا پیغام آیا ہے۔ پیسے مل گئے ہیں' نوشیرواں چار سے پانچ گھنٹے تک پہنچ جائے گا مگر اس کے پہنچنے تک وہ نہیں چاہتے کہ ہم کسی کو خبر کریں۔"

وہ لیپ ٹاپ لیے نیچے اُترتے ہوئے بتا رہا تھا۔ فلیش جیب میں تھی' اور چہرے پہ گہری سنجیدگی تھی۔ ذہن ابھی الجھا تھا۔

سب خاموش رہے۔ سعدی' حنین کے ساتھ آکر بیٹھ گیا۔ وہ لیپ ٹاپ گھٹنوں پہ رکھے' پھر سے کام کرنے لگی۔ چونکہ اسکرین حنین کی اپنی طرف تھی تو کانوں میں ایئر فونز لگا دیے اور ڈرامے کی قسط چلا دی۔

"اور شیرو کے آنے تک وہ لوگ بہت دور جا چکے ہوں گے۔" اورنگ زیب بے بسی بھرے غصے سے بڑبڑائے۔ جواب میں جواہرات اور ہاشم ایک ساتھ بولنے لگے۔ سعدی نے ہاشم کو دیکھا تو دل نرم پڑنے لگا۔ وہ اتنا پریشان اتنا ٹوٹا ہوا لگ رہا تھا اور وہ اس کے بارے میں کیا سوچ رہا تھا؟ کیسے اس کے لاکر سے کچھ چرا کر لے آیا؟ کیسے کر لیا اس نے یہ سب؟ تب ہی اسکرین پہ نظر پڑی۔

"ابھی تو تم کوئی اور ڈراما دیکھ رہی تھیں۔" سعدی نے ہلکے سے سرگوشی کی۔ حنین ایک لمحے کو گڑبڑائی۔

"وہ۔ یہ بھی میرا فیورٹ ہے' یونہی دوبارہ دیکھ رہی ہوں۔" وہ خاموش رہا۔ الجھی ہوئی نگاہیں اسکرین پہ رہیں جہاں حنین مناظر آگے آگے کر کے دیکھ رہی تھی۔

"آ۔ ہاشم بھائی۔" کوئی گھنٹے بعد سعدی نے اسے پکارا۔ وہ جو درمیان میں اٹھ کر باہر چلا گیا تھا' شیرو کے آنے کی تیاری وغیرہ' ایئرپورٹ' فلائٹس ٹائمنگ چیک کرنے' اب آکر بیٹھا تھا' ذرا چونک کر اسے دیکھا۔

"ہاں بولو۔"

"فارس ماموں کا وکیل کہہ رہا تھا کہ ہمیں اگر وارث ماموں کی فائلز مل جائیں تو کسی نہ کسی طرح ہم ان کے اصل قاتلوں تک پہنچ سکتے ہیں؟"

ہاشم ابھی تک شدید پریشانی کا شکار تھا' اس نے ذرا سے شانے اچکائے۔

"مشکل ہے' اب کہاں ملیں گی اس کی فائلز۔ اتنا عرصہ گزر گیا۔ تم کوشش کر لو مگر مشکل لگتا ہے۔ سمجھ رہے ہو نا؟"

"جی' بالکل' سمجھ رہا ہوں اب۔" ذرا سا اثبات میں سر ہلایا' ہاتھ سے نامحسوس انداز میں جینز کی جیب کو چھوا جہاں فلیش موجود تھی۔ ہاشم اب موبائل دیکھنے لگا۔ اور سعدی گاہے بگاہے ایک سنجیدہ نظر اس کے چہرے پہ ڈال لیتا۔

بار بار وہ دل میں ہاشم کی طرف صفائی پیش کرتا تھا۔ وہ ساری صفائیاں دم توڑنے لگیں۔ رات کی تاریکی میں اس کے اعتماد کا خون بھی آہستہ آہستہ رسنے لگا اور رس رس کر بالآخر اس نے اعتماد کے لاشے کو ادھ موا کر دیا۔

☆ ☆ ☆

اس کے اپنے گھر کا صفایا دن کو کیسے ہو پایا
وہ جو شب بھر شہر کی خود نگرانی کرتا رہتا ہے

صبح سورج نکلنے اور ہر سو روشنی پھیلنے تک وہ لوگ وہیں لاؤنج میں بیٹھے رہے۔ ناشتے کی ٹرالیز اب میری اور فیونا لے کر جا رہی تھیں' جب بیرونی دروازے پہ ہلچل مچی۔ ہاشم شیرو کو ایئرپورٹ سے لے کر آگیا تھا۔ جواہرات اور اورنگ زیب تیزی سے اس کی طرف لپکے۔ سعدی ہنوز خاموش سوچ میں ڈوبا بیٹھا تھا' اور حنین' وہ جوس کے گھونٹ گھونٹ پیتی' تیکھی نظروں سے دونوں ماں باپ کو اپنے بیٹے کو گلے لگاتے دیکھتی رہی۔ وہ واقعی تکان کا مارا لگ رہا تھا' ماتھے کے زخم پہ بینڈیج لگی تھی۔ آنکھیں روئی روئی تھیں۔ زبردستی مسکراتا' ماں سے گلے لگ کر الگ ہوا تو ان دونوں بہن بھائی کو بیٹھے دیکھ کر چونکا' پھر فوراً" ہاشم کی طرف دیکھا۔

"حنین کمپیوٹرز میں اچھی ہے' ہم ان لوگوں کو ٹریس کرنے کے لیے اس کی خدمات لے رہے تھے۔" اس نے وضاحت دی۔

"تو کیا آپ نے پیسے واپس حاصل کر لیے۔" وہ

حیرت سے پوچھتا صوفے پر بیٹھا۔ اورنگ زیب ایک طرف اور جواہرات دوسری طرف' باربار نم آنکھوں کو پونچھتی۔ اورنگ زیب گو کہ اپنے تاثرات کو سخت رکھ کر ہی بیٹھے تھے' مگر اندر سے وہ نرم پڑ چکے تھے۔

"نہیں!" ہاشم مسکراتے ہوئے (بالآخر) واپس آتے اعتماد کے ساتھ سامنے والے صوفے پر بیٹھا۔ "ہم تمہارے آنے سے پہلے ان کا تعاقب کر کے تمہاری جان خطرے میں نہیں ڈال سکتے تھے۔ مگر حنین کہہ رہی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ٹریس کر سکتی ہے۔"

"تو کیا ان دونوں کو کال کرنے پہ انہوں نے مجھے یہ زخم دیا؟" بگڑ کر کہتے اس نے پیشانی کے زخم کی جانب اشارہ کیا۔ اسے سعدی کا یہاں ہونا سخت ناگوار گزر رہا تھا۔ جواہرات نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبایا۔

"ہاشم نے تو بس یونہی ان کو بلا لیا۔" ساتھ ہی جتاتی نظر حنین پہ ڈالی اور پھر شیرو کے ماتھے کے بال ہٹا کر بینڈیج ٹھیک کرنے لگی۔ وہ ایک دم بہت خفا نظر آنے لگا تھا۔

"آپ لوگوں نے مجھے بچانے میں اتنی دیر کیوں لگائی؟ جانتے ہیں' میرا کیا حال تھا ادھر؟ کتنا خوف میں نے محسوس کیا؟ کیا پیسے مجھ سے زیادہ اہم تھے؟"

"ایسا نہیں ہے شیرو!" اورنگ زیب نے بھی ہولے سے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ مگر اس نے کندھا جھٹک دیا۔ حنین نے جوس کا گلاس رکھا اور کھنکھاری۔

"آپ نے ان کی شکلیں تو دیکھی ہوں گی نوشیرواں بھائی؟"

"ہاں!"

"چلیں یہ اچھا ہوا کیونکہ ویسے ان لوگوں کو ٹریس کرنا مشکل ہے۔ اصل میں' میری کوریا کے ایک پولیس چیف سے بات ہوئی ہے۔" سعدی نے چونک کر حنہ کو دیکھا جو پورے اعتماد سے نوشیرواں کو دیکھتی کہہ رہی تھی۔ "ان دو لوگوں پہ شک ہے۔ یہ دونوں نامور مجرم ہیں اور دونوں کل رات امریکا منتقل ہو گئے ہیں' افسوس کہ اب نہ ہم ان سے رقم واپس لے سکتے ہیں' نہ ہی ان کو پکڑ سکتے ہیں۔ آپ بس ان دونوں کی تصویریں دیکھ کر کنفرم کر دیں کہ آپ کو پکڑنے والے گروہ کا سرغنہ کون تھا۔ حیران مت ہوں ہاشم بھائی! مجھ سے زیادہ کورین لوگوں کو کون جانتا ہے؟"

اس نے دو پرنٹ آؤٹ سامنے کیے۔ دو کورین مردوں کے کلوز اپ سب کے سامنے ہوئے۔

ہاشم بے چینی سے آگے ہوا۔ "مجھے بتائے بغیر تم کیسے کسی سے بات کر سکتی ہو؟ اگر وہ شیرو کو نقصان پہنچاتے تو؟"

سعدی نے ایک چبھتی ہوئی نظر ہاشم پہ ڈالی مگر بولا کچھ نہیں۔ کیا صرف شیرو کی جان اہم تھی؟ اور امل اور نور کے لیے کوئی اہم نہیں تھا؟

"بتاتی ہوں' پہلے شیرو بھائی کنفرم تو کر دیں کہ ان میں سے کون تھا وہ۔" نوشیرواں نے باری باری دونوں کے چہرے دیکھے' پھر دائیں والے پہ ٹھہرا' آنکھیں سکیڑیں۔

"یہی تھا۔ بالکل یہی تھا۔"

"شیور!" حنین نے غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"سو فیصد۔ مگر اب یہ کہاں ہو گا؟"

حنین نے گہری سانس لی' جیسے کندھوں سے کوئی بوجھ اتر گیا ہو۔ اور پھر مسکرائی۔ شرارت سے' معصومیت سے۔

"یہ آج کل امریکا میں ہے فلم کی شوٹنگ کے لیے۔ اوہ سوری' شیرو بھائی! مگر یہ لی من ہو ہے۔ ——— کوریا کا دوسرا بڑا ایکٹر۔ یہ پہلی تصویر اس کی پلاسٹک سرجری سے پہلے کی ہے' دوسری سرجری کے بعد کی۔"

کمرے میں ایک دم خاموشی چھا گئی۔ کسی کو اس کی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ نوشیرواں کا رنگ سفید پڑنے لگا۔

"نوشیرواں بھائی! آپ خود بتائیں گے یا میں بتاؤں کہ اپنے آپ کو آپ نے خود ہی اغوا کیا تھا۔ اور وہ

تاوان کی رقم' وہ بھی آپ کے ہی اکاؤنٹ میں ہے۔"
جواہرات کا شیرو کا کندھا مسلتا ہاتھ رک گیا۔ اورنگ زیب بے اختیار آگے کو ہوئے اور ہاشم بالکل ساکت بیٹھا رہ گیا۔
"کیا۔ بک۔ واس ہے؟" شیرو ہکلایا۔ بے یقینی سی بے یقینی تھی۔
"سارے ذہین لوگوں کا ایک مسئلہ ہوتا ہے۔ انہیں لگتا ہے کوئی ان کو بے وقوف نہیں بنا سکتا۔ اسی لیے میں نے اپنے شک کی تصدیق کا انتظار کیا۔ جو کہ اب ہو گیا۔" تصویریں لہرائیں۔
"اب یہ مت کہیے گا کہ سارے کورین ایک سے لگتے ہیں تو آپ نے غلط بندے کی تصویر کی تصدیق کر دی۔ کورین بھی اتنے ہی مختلف ہوتے ہیں جتنے کہ ہم۔"
"تم۔ کیا کہہ رہی ہو' تمہیں خود بھی علم ہے؟" جواہرات دانت پیستی غرائی۔ سعدی بالکل چپ بیٹھا تھا۔
"مجھے ہی تو علم ہے مسز کاردار! شیرو بھائی کبھی بھی اچھے کرمنل نہیں بن سکتے کیونکہ انہوں نے چند غلطیاں کر دیں۔ جو پہلی ویڈیو بھیجی' تاوان کی رقم کے لیے' اور دوسری جس میں ماتھے پہ زخم تھا' دونوں میں ان کا رونا' مجھے سوری! مگر اداکاری لگتا تھا' اور یو نو! میں اتنے ملکوں اور کلچرز کے ڈرامے دیکھ چکی ہوں کہ اداکاری کو مجھ سے بہتر جج نہیں کر سکتے آپ لوگ۔ سو میں نے ویڈیوز کی تاریخ چیک کی۔ وہ دونوں تین دن پرانی تھیں' زخم والی بھی۔ شیرو بھائی کو اندازہ تھا کہ ہاشم بھائی اپنے جاننے والوں کو فون ضرور کریں گے اس لیے انہوں نے دو ویڈیوز تیار کر لیں۔ اغوا سے چند گھنٹے پہلے اگر ان کی ہاشم بھائی سے بات ہوئی تھی تو یہ ویڈیوز تو اس سے بھی پہلے کی تھیں۔ سو ظاہر ہوا کہ جعلی تھیں۔ مگر آپ کو یہ ویڈیوز کوریا میں تیار کرنی چاہیے تھیں' کیونکہ۔" ایک اور پرنٹ شدہ صفحہ لہرایا۔ جس میں شیرو کی ویڈیو کا اسٹل امیج تھا۔ "یہ جو آپ کے پیچھے دیوار پہ سوئچ نظر آ رہا ہے' یہ عام پاکستانی سوئچ جیسا ہے'

جبکہ کوریا میں سوئچ کھو کھلے ہوتے ہیں' انڈے کے آدھے چھلکے کی طرح' پلگ ان کے اندر ڈالا جاتا ہے۔ یہ کورین سوئچ نہیں ہے۔ اور۔" ویڈیو کا ایک اور اسٹل امیج مسکراتے ہوئے سامنے لائی۔
"چھت پہ کوئی فائر الارم نہیں ہے' جبکہ کورین گھروں میں چھت پہ فائر الارم ضرور ہوتا ہے۔ آپ نے لکڑی کا فرش' سلائیڈنگ ڈور' ہر چیز پرفیکٹ رکھی مگر۔ ایک سو گیارہ کورین ڈرامے اور فلمیں دیکھنا کوئی مذاق نہیں ہے۔ سو میں نے آپ کے کمپیوٹر کی ہسٹری چیک کی۔" ایک اور کاغذ ان کے سامنے میز پہ رکھا۔ اب وہ کھڑے کھڑے' باقی کاغذ ہاتھ میں پکڑے بول رہی تھی اور سب اس کو سن رہے تھے۔ ہکا بکا۔
"پچھلے ہفتے میں یہ وہ تمام ویب سائٹس ہیں جو آپ نے کھولیں۔" فیک اغوا کرنے کے طریقے' وغیرہ وغیرہ۔ اور آپ نے وہ فیک کڈنیپ والے بہت سے امریکی ڈرامے اور فلمیں بھی دیکھیں' کیونکہ آج کل یہ امیر ماں باپ کے بگڑے بچے کا خود کو اغوا کر لینا ہر دوسرے امریکی ڈرامے میں ہو رہا ہوتا ہے' یہ رہے ان تمام ڈراموں اور فلموں کی لسٹ جو آپ نے ڈاؤن لوڈ کر رکھے تھے۔ اوہ ہاں! اور وہ اپنا کان کاٹ کر بھیجنے والا آئیڈیا۔ وہ "اسکینڈل" سے تھا نا' اس میں ڈوتیل کی بیٹی نے تو واقعی اپنا کان بھیج دیا تھا' مگر مجھے معلوم تھا' اس کی نوبت نہیں آئے گی۔ مگر آپ نے صرف وہ قسط "دیکھی" تھی" مجھے تو وہ "ایک۔ مونسٹر بھی اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے۔" والا ڈائیلاگ بھی یاد تھا۔"
نوشیرواں دھواں دھواں ہوتے چہرے کے ساتھ بیٹھا تھا' جیسے کوئی زہریلا جانور ڈس گیا ہو اسے۔ اورنگ زیب کے لب بھنچ چکے تھے' کنپٹی کی نسیں ابھر آئیں' سرخ ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ ہاشم ابھی تک سن تھا۔
"ایسا کچھ نہیں ہے۔ جھوٹ بولنا بند کرو۔ میرے ہی گھر میں تم میرے بیٹے کے بارے میں کیا بولے جا رہی ہو۔" جواہرات غصے سے کانپتی آواز میں بولنے لگی۔ "اگر ایسا کچھ تھا تو تم اسی وقت بتاتیں۔"

"اگر میں یہ سب آپ لوگوں کو بتادیتی تو آپ فوراً" شیرو بھائی کو فون کرکے کنفرم کرنا شروع کردیتے اور یہ واپس ہی نہ آتے اور ممکن تھا کہ میں ہی غلط ہوتی تو مجھے تصدیق تو کرنی تھی نا۔ کیوں بھائی؟" محظوظ ہونے والے انداز میں آنکھیں گھما کر سعدی کو دیکھا۔ وہ ہر شے سے بے نیاز' چپ چاپ بیٹھا تھا۔ اسے کچھ بھی مزید حیران نہیں کرسکتا تھا۔

باقی سب بھی خاموش تھے۔ ہاشم بالکل شل' اور نگ زیب ضبط کیے' اور جواہرات بے چین' کبھی اِدھر دیکھتی کبھی اُدھر۔ نوشیرواں کا چہرہ دھواں دھواں ہورہا تھا۔ مگر وہ شاک سے نکل آیا تھا۔ بدقت کھڑے ہوتے اس نے چلانے کی سعی کی۔

"میں... میں تمہارا منہ نوچ لوں گا' تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ پہ اتنا گھٹیا الزام لگانے کی۔"

"تمیز سے بات کرو میری بہن سے۔" سعدی ایک دم تیزی سے اٹھا۔ سلگتی نظروں سے شیرو کو دیکھا' اور پھر حنہ کو۔ "چلو۔"

"ابھی کیوں؟ ابھی تو شیرو بھائی کی کلاس شروع ہونی ہے۔" حنین نے منہ بنایا مگر سعدی دروازے کی طرف بڑھ چکا تھا' سو اس نے شانے اچکائے' نوشیرواں کو مسکرا کر دیکھتے بال جھٹکے اور سعدی کے پیچھے ہولی۔

"آپ لوگ چپ کیوں بیٹھے ہیں۔ اس پاگل کو کسی نے ٹوکا کیوں نہیں؟ میں اتنی تکلیف سے گزر کر آرہا ہوں اور۔" نکلتے ہوئے انہوں نے نوشیرواں کو بپھر کر چلاتے سنا۔ مگر کسی اور کی آواز نہیں آئی۔ سب خاموش تھے۔

برآمدے میں آکر سعدی نیچے چلا گیا تاکہ کار ادھر لے آئے۔ حنین ستون کے ساتھ کھڑی ہوگئی۔ باہر صبح تازہ دم سی اتر رہی تھی۔ ہوا ٹھنڈی تھی اور دھند بھی پھیلی تھی۔ حنین نے کوٹ کی ہڈ سر پہ گرادی۔ تب ہی عقب میں دروازہ کھلا۔ وہ چونک کر مڑی۔ ایک لمحے کو دل دھڑکا کہ کہیں شیرو واقعی منہ نوچنے نہ آگیا ہو۔ مگر۔

ہاشم آہستہ سے دروازہ بند کرتا باہر آیا۔ اس نے سوئٹر تک نہیں پہنا تھا' باہر آنے کے باوجود اس کو سردی نہیں لگ رہی تھی۔ چہرہ سفید اور تکان زدہ تھا۔

"تھینک یو بیٹا! تم دونوں کا کہ تم لوگ پوری رات ہمارے ساتھ رہے۔" وہ کس دقت سے بول پارہا تھا۔ حنین کو اندازہ تھا۔ اس کے دل کو کچھ ہوا۔

"کوئی بات نہیں ہاشم بھائی!" شیرو سے آنکھیں گھما گھما کر بات کرتی وہ کوئی اور تھی اور یہ اتنی نرم کوئی اور تھی۔

"مجھے بتاؤ کس طرح تمہارے اس فیور کا بدلہ دے سکتا ہوں۔" "کوئی چیز' کوئی کام' کچھ چاہیے تمہیں؟"

اپنے گرد بازو لپیٹے' ہڈ سر پہ گرائے حنہ نے نرمی سے مسکراتے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں' کچھ بھی نہیں۔ میں اپنے سارے مسئلے خود حل کرسکتی ہوں یا اپنے بھائی کو کہہ دیتی ہوں۔"

"کبھی کبھی انسان اپنے بھائی کو بھی اعتماد میں نہیں لیتا' مجھے آج اندازہ ہوا ہے' اگر کبھی کوئی ایسا مسئلہ ہو جو تم سعدی کو بھی نہ بتانا چاہو' تو مجھے کال کرلینا۔ جیسے تم لوگ میری ایک کال پہ آئے ہو' میں بھی آؤں گا' اوکے؟" دھند آلود صبح میں پھر سے وہی فسوں چھانے لگا۔ دور کہیں کسی نے موسیقی کی تال چھیڑی تھی۔ بدقت وہ ہاشم پہ نگاہیں جمائے مسکرا پائی۔

"اوکے' لیکن اگر میرے کال کرنے پہ آپ نے پوچھا کہ کون حنین؟ تو؟"

"ایسا نہیں ہوگا۔" پھر وہ ٹھہرا۔ "سنو! علیشا سے کہنا' مجھے کال کرلے۔ میں اس کی فیس کی رقم اسے بھجوادوں گا۔"

وہ ایک دم چونکی۔ "آپ۔ آپ اس کی فیس بھریں گے؟" خوشی سے اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"میں اتنا برا بھی نہیں ہوں' جتنا تم مجھے سمجھتی ہو۔" ستے ہوئے چہرے سے وہ مسکرایا۔

سعدی ہارن دے رہا تھا' وہ ہاشم کو خدا حافظ کہہ کر زینے اترتی نیچے آئی۔ فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی۔ اپنی پرفامنس یاد کرکے خود ہی ہنسی۔

"کیا آپ نے دیکھا' میں کس طرح بولی۔ تھوڑا سا دل دھڑکا تھا میرا' ہاتھ بھی کانپے مگر جب میں بولی تو واؤ۔ بالکل ہیروئن لگ رہی تھی میں۔ اور پتا ہے ہاشم بھائی کہہ رہے ہیں کہ وہ **علیشا** کی فیس۔" سعدی خاموشی سے ڈرائیو کرتا کار آگے لے گیا۔

ہاشم برآمدے میں کھڑا انہیں دیکھتا رہا' سخت سردی اور دھند میں' یہاں تک کہ کار دور چلی گئی۔ پھر وہ واپس اندر آیا۔

"کیا یہ سب سچ تھا؟ تم نے اپنے باپ کو بے وقوف بنایا؟" اورنگ زیب کھڑے چلا رہے تھے' جواہرات ہنوز پریشان' مضطراب بیٹھی تھی اور نوشیرواں ان کے مقابل کھڑا تھا۔

"آپ لوگوں کو اس پاگل لڑکی کی بات پہ اعتبار ہے' وہ اور سعدی۔ یہ لوگ ہمیشہ میرے گھر میں فساد کرتے ہیں' وہ سعدی تو..... ہاشم بھائی! آپ نے اس کو دو تھپڑ کیوں نہیں لگائے جب وہ یہ ساری بکواس کر رہی تھی؟" ہاشم کو آتے دیکھ کر وہ طیش سے چیخا تھا۔

"کاش! میں تمہارا نہیں' سعدی کا بھائی ہوتا۔" نہ غصہ' نہ ناراضی' صرف دکھ سے ایک ایک حرف ادا کیا' پیر سے میز کو ٹھوکر ماری' حنین کے پرنٹ کردہ کاغذات بکھر کر زمین پہ گر گئے۔ اور آگے بڑھ گیا۔ نوشیرواں منہ پہ ہاتھ رکھے' بے یقینی سے اس کو سیڑھیوں پہ اوپر جاتے دیکھنے لگا۔ پھر رخ موڑا۔ اورنگ زیب سرخ چہرہ لیے اسے گھور رہے تھے۔

"ہاں کیا ہے میں نے یہ سب۔" ہاتھ ہٹا کر وہ غصے سے چلایا۔ "یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔ ایسے ہاتھ روک کر پیسے دیتے ہیں مجھے جیسے میں سوتیلی اولاد ہوں' ہاں! آپ کا بھی دل چاہتا ہے کہ میری جگہ یہ۔ یہ۔" دروازے کی طرف اشارہ کیا جہاں سے حنین نکلی تھی۔ "یہ لڑکی آپ کی بیٹی ہوتی۔ ان ہی لوگوں کی باتوں پہ زیادہ یقین ہے نا آپ کو؟ یہ سعدی زیادہ پسند ہے نا آپ تینوں کو؟" لال بھبھوکا ہوتا بولتا وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔ آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

"دفع ہو جاؤ میرے سامنے سے۔" وہ بھی طیش سے چلائے تھے۔ ہاشم نے گویا کان بند کیے اور اپنے کمرے میں قدم رکھا اور دروازہ بند کر لیا۔ شیرو نے بے بسی سے اس کے بند دروازے کو دیکھا' آنسو بہنا تیز ہو گئے۔ وہ مڑا اور کف سے آنکھیں رگڑتا سیڑھیاں چڑھتا گیا۔ اپنے کمرے میں آکر دروازہ دھاڑ سے بند کر کے وہ کمپیوٹر ٹیبل کے سامنے آیا تو اسکرین کو دیکھ کر رکا۔ بند اسکرین پہ ایک Sticky نوٹ چپکا تھا' جس پہ حنین نے لکھا تھا۔

"نقل کے لیے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ گیم اوور شیرو بھائی۔" ساتھ میں زبان چڑاتا فیس بنا تھا۔

اس نے نوٹ جھپٹ کر مٹھی میں مروڑا۔ کف سے دوبارہ آنکھیں رگڑیں۔ اب ان میں خون اتر رہا تھا۔ اتنا لمبا ڈرامہ اور سب برباد گیا تھا۔

"آج پھر اسی سعدی نے اپنی بہن کے ذریعے میرے گھر میں فساد ڈالا۔ میں قسم کھاتا ہوں' ایک دن میں سعدی یوسف کو اپنے ہاتھوں سے گولی ماروں گا۔"

اور ڈیڑھ سال گزر جانے کے بعد بھی نوشیرواں کو اپنی قسم یاد تھی۔

باہر اورنگ زیب' جواہرات پہ چلا رہے تھے۔

"ایک لفظ بھی اس کی حمایت میں بولا تو میں سمجھوں گا تم بھی اس کے ساتھ ملی ہوئی تھیں۔ اپنے بیٹے سے کہو' صبح دس بجے تک میری ساری رقم میرے اکاؤنٹ میں واپس پہنچا دے ورنہ۔"

باہر سورج کی کرنوں نے دھند میں سے راستہ بنانا شروع کر دیا تھا۔ یہاں سے دور' اس چھوٹے باغیچے والے گھر میں حنین سونے جا چکی تھی اور سعدی اپنے کمرے میں بیٹھا لیپ ٹاپ پہ وہ فلیش لگا کر دیکھ رہا تھا۔ اس میں وہی تصاویر تھیں' جن کی پرنٹ شدہ شکل وہ لاکر میں دیکھ چکا تھا۔ اور دو آڈیو فائلز تھیں۔ ایک میں فارس کہہ رہا تھا کہ اب زمر ہوٹل کے بجائے ریسٹورنٹ آئے۔ دوسری آڈیو طویل تھی۔

سعدی نے پلے کی۔ پہلی دفعہ سنا تو وہ سن رہ گیا۔ زمر ٹھیک کہہ رہی تھی۔ فارس نے اس سے واقعی یہ

سب کہا تھا۔ تو کیا ہاشم کی طرح فارس بھی اس سے جھوٹ بولتا آیا تھا؟

دوسری دفعہ اسے سنا تو مزید صدمہ لگا۔ فارس یہ سب کیسے اور۔ کیوں؟

تیسری دفعہ سنا تو بے یقینی گھبراہٹ میں بدلنے لگی۔ کیا اس کے گرد سب جھوٹ بولنے والے موجود تھے؟ پھر سچا کون تھا؟

چوتھی دفعہ یہ کوئی عجیب سا احساس ہونے لگا۔ کچھ غلط تھا۔ چند الفاظ فارس اس طرح نہیں بولتا تھا۔ وہ بار بار آڈیو دہرانے لگا۔ اتنی دفعہ کہ اسے گنتی بھول گئی۔ چہرے پہ بس ایک چونک جانے کا احساس نظر آرہا تھا۔ وہ فارس نہیں تھا۔ بہت غور کرنے پہ اسے احساس ہوا تھا کہ لہجے میں ہلکا سا فرق تھا۔ پہلی دفعہ سننے میں اسے بھی وہ فارس لگا تھا۔

اور زمر۔۔۔ وہ چونکا۔ زمر نے تو وہ آڈیو بس ایک ہی دفعہ سنی تھی۔ اوہ!

ڈھائی سال سے بکھرے ٹکڑے اب پزل میں جڑنے لگے تھے۔ اور جو شکل سامنے آرہی تھی وہ بہت بھیانک تھی۔

وہ ہاشم کی شکل تھی۔

☼ ☼ ☼

آج دوپہر کے سورج نے دھند کو بہت ہلکا کر دیا تھا۔ روشن دان سے روشنی جھلک کر کمرے کے وسط میں رکھی میز پہ گر رہی تھی جس کے ایک طرف فارس بیٹھا تھا اور دوسری جانب سعدی۔ ساتھ میں فارس کا وکیل۔ وہاں اداس کر دینے والی خاموشی تھی جس میں پچھتاوے اور تاسف کی سی ویرانی بسی تھی۔ سعدی نے بہت دیر بعد جھکا سر اٹھایا۔ اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی تھی اور بہت ساری شرمندگی۔

"آئی ایم سوری!"

"کس بات کے لیے؟" غور سے اس کی آنکھوں کو دیکھتے فارس کو اچنبھا ہوا۔

"آپ کو اتنا کم وزٹ کرنے کے لیے۔"

"کوئی بات نہیں، تم جاب کر رہے ہو، مجھے پتا ہے۔" اس نے سمجھنے والے انداز میں ہلکے سے کندھے جھٹکے۔ سعدی اسی طرح اسے دیکھتا رہا۔

فارس سفید کرتے شلوار میں ملبوس تھا۔ ایک زمانے میں چھوٹے کٹے بال اب بڑھ چکے تھے' اتنے کہ انہیں کس کر پونی میں باندھ رکھا تھا۔ شیو ہلکی ہلکی بڑھی تھی' مگر دوسرے قیدیوں کی نسبت وہ کافی صاف ستھرا سا لگتا تھا۔

"اب اس آڈیو کا کیا کرنا ہے؟" فارس نے وکیل کے موبائل کی طرف اشارہ کیا۔ "یہ میری آواز نہیں ہے' مگر مشابہت بہت زیادہ ہے۔ اگر میڈم نے یہی سنی ہے تو ان کو اب میں اپنی بے گناہی کا یقین کبھی نہیں دلا سکتا۔"

وکیل صاحب کھنکھارے۔

"ہم نے اسے ایک ایکسپرٹ کو دکھایا ہے' اس نے یہ ثابت کر کے بتایا ہے کہ یہ Converted وائس ہے۔ جعلی ہے۔"

"ہم نے نہیں' میں نے۔" سعدی نے تلخی سے ان کو دیکھا۔ "آپ تو اس کے پاس چلنے تک کو راضی نہیں تھے۔"

"میں ایک اور کیس کے سلسلے میں مصروف تھا۔ اور تمام قانونی پیچیدگیاں آپ کو سمجھا چکا ہوں۔" اس سے پہلے کہ سعدی مزید تلخی سے جواب میں کچھ کہتا' فارس نے بے چینی سے اسے ٹوکا۔

"کیا ہم کورٹ میں یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ میری آواز نہیں ہے؟"

"نہیں' جب تک کہ سعدی اس کا سورس ظاہر نہیں کرتا' کورٹ اس کو کیسے قبول کرے گا۔"

"محمود صاحب! میں آپ کو کتنی دفعہ بتا چکا ہوں' یہ آڈیو مجھے میری پھپھو نے نکلوا کر دی ہے اور میں ان کا نام لے کر ان کو Incriminate نہیں کر سکتا۔ اور میری اجازت کے بغیر آپ بھی یہ نہیں کر سکتے۔"

"بھئی پھر تو مسئلہ بن جائے گا۔ یہ ہمارے حق سے زیادہ خلاف جائے گی۔ میں اسے کورٹ میں پیش

کرنے کی نصیحت کبھی نہیں کروں گا۔" محمود صاحب ہاتھ جھاڑ کر پیچھے کو ہو بیٹھے۔ سعدی نے ایک تیکھی نظران پہ ڈالی' پھر واپس فارس کو دیکھا۔

"ماموں! اگر میں آپ کے لیے کوئی فیصلہ لوں تو مجھے اپنی زبان دیں کہ آپ اعتراض نہیں کریں گے۔"

"نہیں کروں گا' لیکن۔" وہ اچنبھے سے بولنا چاہ رہا تھا مگر سعدی فوراً" محمود صاحب کی طرف گھوما۔

"آپ کو میں فارس غازی کے وکیل کے منصب سے ہٹاتا ہوں۔"

وہ ایک دم سیدھے ہوئے' حیرت سے اسے اور پھر فارس کو دیکھا۔

"آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" ناگواری سے ماتھے پہ شکنیں ابھریں۔

"یہی کہ آپ یہاں سے جاسکتے ہیں۔"

"میں فارس غازی کا وکیل ہوں' آپ کا نہیں!" وہ ایک دم چمک کر بولے۔ فارس چند لمحے چپ رہا۔ باری باری دونوں کے چہرے دیکھے۔

"میں سعدی کی تائید کرتا ہوں۔ آپ جاسکتے ہیں۔" سعدی کے لبوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ آگئی۔ اس کا مان نہیں ٹوٹا۔ ابھی دنیا سے اس کے اپنے ختم نہیں ہوئے تھے۔

وہ جیسے بہت ضبط کرکے اٹھے۔

"انتہائی بچکانہ رویہ ہے یہ۔ پیشی سے چند دن پہلے آپ وکیل کو فارغ کررہے ہیں۔ مجھے ہاشم کاردار نے ان کا وکیل مقرر کیا تھا۔"

"اور ان ہی سے وصول کیجئے گا اپنے بقایا واجبات کیونکہ میں تو آپ کو اپنے حلال رزق سے ایک پائی بھی نہیں دینے لگا۔" بے نیازی سے انہیں باہر جانے کا رستہ دکھایا۔ وہ اپنی چیزیں سمیٹتے' کوٹ کا بٹن بند کرتے' منہ میں بڑبڑاتے باہر نکل گئے۔

"یہ سب کیا تھا؟" فارس غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا؟"

"سعدی! تم مجھے پریشان کررہے ہو!" وہ فکر مندی سے کہتا آگے ہوا۔ "یہ آڈیو سن کر بھی زیادہ ری ایکٹ نہیں کیا میں نے' کیونکہ میرے لیے کچھ بھی پریشان کن نہیں ہے سوائے تمہاری شکل کے۔ ہوا کیا ہے تمہارے ساتھ؟"

جینز اور ہائی نیک کے اوپر جیکٹ پہنے بیٹھا لڑکا اداسی سے مسکرایا۔ "میں ریشم کا بن چکا ہوں اور ریشم اتنی آسانی سے ہاتھ نہیں آتی۔ مجھ سے آپ کچھ بھی نہیں اگلوا پائیں گے۔ اس وقت میرا کام آپ کو یہاں سے نکلوانا ہے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایسا کروں گا۔ سوال مت کریں' وہ بتائیں' جو میں نے پوچھا تھا۔" اس نے یاد دلایا۔ "جن لوگوں پہ آپ کو شک ہے' ان کی فہرست بنائی آپ نے؟"

"ہاں لکھو۔" وہ بتانے لگا اور سعدی پین نکال کر لکھنے لگا۔ کولیگز' وہ چند لوگ جن کے خلاف اس نے کیسز تیار کیے تھے۔ وارث کا باس۔ اور بس۔ سعدی نے بے چینی سے نظریں اٹھائیں۔

"ہاشم بھائی کا نام نہیں لکھوایا آپ نے؟"

فارس کچھ دیر سوچتا رہا' پھر نفی میں سر ہلایا۔

"اونہوں۔ اس کا تعلق نہیں ہے اس سب سے۔"

"مگر آپ نے خود کہا تھا کہ۔"

"میں نے ڈھائی سال اس بارے میں سوچا ہے' پہلے گرم دماغ سے' پھر ٹھنڈے دل سے' مگر ہاشم کے پاس یہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور اس نے میرے لیے بھاگ دوڑ بھی کی ہے کافی' سو میں بے شک اسے شدید ناپسند کرتا ہوں' مگر اس کو اس سب میں نہیں گھسیٹوں گا۔ یہ غلط ہے۔"

سعدی نے گہری سانس لے کر اس فہرست کو دیکھا اور پھر نفی میں سر ہلایا۔

"بھول جائیں اس بات کو۔" کاغذ مروڑ کر مٹھی میں دبالیا۔ "آپ کا اے ٹی ایم' کریڈٹ کارڈز اور چیک بکس ہاشم بھائی نے امی کو بہت پہلے دے دیے تھے۔ جیولری وغیرہ انہی کے پاس ہے۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ نئے وکیل کے لیے آپ کے اکاؤنٹ کی رقم کافی ہوگی۔"

"جب اتنے سال میں کہتا رہا کہ ہاشم سے پیسے مت لو میرے وکیل کے لیے تب تم نے یہ نہیں کہا۔ اب کیا ہوا ہے؟" وہ ابھی تک آنکھیں سکیڑ کر اس کو دیکھ رہا تھا۔

"مجھے ان پہ اعتبار نہیں رہا۔" اس کی آواز میں تکلیف تھی۔

"سعدی! کیا چھپا رہے ہو؟"

"سوال مت کریں۔ انتظار کریں۔" اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ فارس متفکر نظروں سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔

باہر دھوپ اب تیز ہو چکی تھی۔ سڑک پہ معمول کی ٹریفک بہہ رہی تھی۔ کار ڈرائیو کرتے سعدی نے ہینڈز فری کانوں میں لگائے اور موبائل پہ نمبر ڈائل کیا۔ چند گھنٹیوں بعد ہاشم نے فون اٹھالیا۔

"ہاں بیٹا خیریت؟" وہ مصروف لگ رہا تھا۔

"جی ایک کام تھا آپ سے۔" اس کے بعد آج ہاشم سے بات ہو رہی تھی۔

"ہوں بولو۔"

"میں نے محمود صاحب کو فائر کر دیا ہے۔ اب مجھے ماموں کے لیے ایک بہتر وکیل کی تلاش ہے۔"

"کیوں؟ فائر کیوں کیا؟" وہ چونکا تھا۔

"کیونکہ مجھے وہ سست اور نااہل لگتے ہیں۔ خیر! آپ مجھے پانچ چھ بہترین وکیلوں کے نام ٹیکسٹ کر دیں، جن کو مجھے ہائر کرنا چاہیے۔"

ہاشم چند لمحے کو خاموش ہو گیا۔ پھر بولا تو کافی سوچتے ہوئے۔ "اوکے' کرتا ہوں۔ میرے ریفرنس سے ان سے مل لینا۔ کام ہو جائے گا۔ ویسے سماعت کے اتنے نزدیک آکر وکیل کو فائر کرنا بے وقوفی ہوتی ہے سعدی!"

"اور یہ تو میں جان گیا ہوں کہ میں کتنا بے وقوف ہوں۔"

"کوئی مسئلہ ہے تو میں محمود صاحب سے بات کر لیتا ہوں' مفاہمت تو ہر ایشو پہ ہو سکتی ہے۔"

"مفاہمت کی ہی تو گنجائش نہیں رہی۔ آپ ٹیکسٹ کر دیجیے بس ابھی۔"

اور موبائل فرنٹ سیٹ پر ڈال دیا۔ چہرے پر چھائی تلخی میں اضافہ ہو گیا۔ لب بھینچ گئے۔ آنکھوں میں غصہ ابھرا۔ کتنے دن اس کے دل و دماغ میں جنگ جاری رہی تھی۔ ہاشم کے لیے کئی دلیلیں اکٹھی کیں مگر سب بے کار تھا۔ جب آنکھوں سے اندھے اعتماد کی پٹی اتری تو ہر شے کو نئے زاویے سے دیکھنا شروع کیا۔ پہلے لگا' وہ صرف قاتل کو جانتا ہے' مگر اب آہستہ آہستہ احساس ہوا کہ وہی ہے' جو فارس کو باہر نہیں آنے دے رہا۔ اگر ہاشم چاہتا تو فارس باہر ہوتا۔ فارس اور ندرت نے کتنی دفعہ یہ بات اس سے کہی مگر تب سمجھ میں کیوں نہیں آتا تھا؟ یہ اعتماد کتنی بھیانک شے ہے۔ اندھا کر دیتا ہے۔ بہرا' لنگڑا کر دیتا ہے۔

تب ہی موبائل بجا۔ ہاشم نے چند نام اسے ٹیکسٹ کر دیے تھے۔ سعدی نے ان کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیا۔ یہ وہ وکیل تھے جن کو ہاشم چاہتا تھا وہ ہائر کرے۔ یعنی یہ وہ تھے جن کو ہاشم خرید سکتا تھا۔ اسے اب معلوم ہو گیا تھا کہ اس فہرست کے وکیل اسے بالکل نہیں ہائر کرنے۔ گڈ!

وہ جب زمر کے گھر کے گیٹ تک آیا تو وہ پورچ میں کار سے اتر رہی تھی۔ دروازہ بند کرتے وہ مڑی تو دیکھا' سعدی نے کار باہر روک دی تھی اور اب قدم قدم چلتا اس کی جانب آرہا تھا۔ جینز پہ جیکٹ پہنے' چہرے پہ چھائی سنجیدگی' وہ قریب آیا تو احساس ہوا کہ وہ اس سے لمبا ہو گیا تھا' پتا نہیں کب سے۔

"کیسے ہو؟" اس نے سپاٹ آنکھوں اور بے تاثر لہجے میں پوچھا۔ وہ "ٹھیک" کہتا اس کے ہمراہ لان میں بچھی کرسیوں کی طرف آیا۔

"کچھ کہنے آیا ہوں آپ سے۔"

"مجھے فارس سے نہیں ملنا' نہ ہی اس کی صفائی سننی ہے۔" وہ کرسی پہ بیٹھی' ٹانگ پہ ٹانگ جمائی۔ بازو سینے پہ لپیٹے۔ بال ہاف کیچر میں بندھے تھے اور دھوپ کے باعث بے زاریت بھری آنکھوں کو سکیڑ رکھا تھا۔

"پھپھو..... ایک دفعہ دوسری طرف کی کہانی سن لیں۔" وہ آگے کو ہو کر اس کے مقابل بیٹھا۔

"میں جج نہیں ہوں۔ نہ ہی اس کو سزا دے سکتی ہوں۔" اس نے ذرا سے شانے اچکائے۔ "میرے سننے کا فائدہ؟"

"اگر.... مجھ سے کوئی گلہ ہے تو کہہ دیں۔" وہ ڈھائی سال سے بتانا چاہتا تھا' ایک دفعہ وہ گلہ کر دے' کہہ دے کہ اس سے بدتمیزی سے بات کرنے کے بعد وہ اس کو چھوڑ کر کیوں چلا گیا؟ سوری کیوں نہیں کہا؟ اس کے آپریشن کے وقت وہ کہاں تھا؟ کیوں اس کی ری کوری کے ان تکلیف دہ دنوں میں وہ اس کے پاس نہیں تھا؟ واپس کیوں نہیں آیا؟ مگر وہ کہتی ہی نہیں تھی۔ اب بھی نظرانداز کر گئی۔

"تم کیا کہنے آئے ہو؟"

"آپ سچ کہہ رہی تھیں۔ واقعی آپ کو کال کی گئی تھی۔ آپ نے جو بتایا واقعی ایسا ہوا تھا۔"

"اچھا! ڈھائی سال بعد یقین آگیا تمہیں سعدی؟" وہ سنتی گئی۔ آنکھوں کی پتلیاں سکیڑ کر اسے دیکھتی۔ بازو ہنوز سینے پہ لپیٹے۔

"مگر وہ کنورٹڈ وائس تھی۔ جعلی آواز۔ یہ سنیں۔" اس نے موبائل نکال کر یہ چند بٹن دبائے۔ آوازیں ابھرنے لگیں۔ زمر سیدھی ہوئی' آنکھوں میں تکلیف ابھری۔ بس چند فقرے وہ سن پائی۔

"بند کرو اسے۔" اور ناگواری سے چہرہ پھیر لیا۔

"کیا یہ سب اسی طرح ہوا تھا؟"

"میرے ہاں یا ناں کہنے سے کیا ہوتا ہے؟ ڈھائی سال پہلے تم لوگوں نے کہا کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں' آج کہہ رہے ہو میں سچ بول رہی تھی۔ پانچ سال بعد کہو گے' یہ واقعی فارس کی ہی آواز تھی۔"

"آئی ایم سوری۔ جیسے آپ نے ہماری بات نہیں سنی' ویسے ہی ہم نے بھی آپ کی بات نہیں سنی۔ میں سمجھا آپ کسی کو کور کر رہی ہیں' مگر ایسا نہیں تھا۔"

"ڈھائی سال بعد میرا یقین کرنے کا شکریہ۔" وہ سارا کرب ضبط کر چکی تھی۔

"لیکن آپ تیسری بات کا امکان ذہن میں رکھ کر سوچیں پھپھو! یہ کال جعلی تھی۔ ہم کورٹ میں یہ ثابت کر سکتے ہیں۔"

"اور یہ تمہیں کیسے ملی؟"

"میں جواب دینے سے انکار کرتا ہوں۔" وہ بے اختیار پیچھے ہوا۔

"اس صورت میں یہ میرے لیے قابل قبول نہیں ہے۔"

"اگر آپ اس میں لہجے پہ غور کریں تو محسوس ہو گا کہ...."

"جب یہ کال مجھے موصول ہوئی' میں ایک Sniper کے نشانے پہ تھی' مجھے لہجے اور آواز کے pitch پہ غور کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس آواز کے ساتھ میری زندگی کی سب سے تکلیف دہ یاد جڑی ہے۔ اس لیے کوئی آج آکر کہہ دے کہ یہ جعلی ہے' تو میں کیسے مان لوں؟" تیز لہجے میں کہتی وہ اس کو شاکی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"ایک دفعہ سوچ کر دیکھیں۔ کوئی تیسرا آدمی بھی اس میں ملوث ہو سکتا ہے۔"

"مثلاً" کون؟" سعدی نے جواب میں تھوک نگلا۔

"مثلاً"....مثلاً" ہاشم کا کردار۔" ہمت کر کے اس نے کہہ ڈالا۔ زمر سن سی ہو گئی۔

(باقی آئندہ ماہ انشاء اللہ)